



سلسلہ اشاعت امامیہ مشن، لکھنؤ نمبر ۴۷

دواب جاح

از

سرکار سیّد العلماء الحاج مولانا

السیّد علی نقی النقوی دام ظلّہ

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۸۴

ذوالجناح

تیسرا اڈیشن

مصنفہ

حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

دام ظلہ العالی مجتہد العصر

مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۱۲ نئے پیسے

محصول ۸ نئے پیسے

امامیہ مشن لکھنؤ کی سینتالیسویں (۴۷) دینی خدمت

یادش بخیر انجمن اثنا عشریہ (رجسٹرڈ) نئی دہلی کی مخصوص فرمائش پر جناب سید العلماء دام ظلہ سرپرست امامیہ مشن نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا جسے انجمن مذکور نے محرم ۱۳۵۵ھ میں چھپوا کر عظیم الشان جلوس ذوالجناح میں، جو اس زمانہ میں نئی دہلی سے نکلتا تھا تقسیم کیا تھا۔

چونکہ یہ رسالہ اپنی نوعیت میں بے نظیر حیثیت رکھتا ہے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو امامیہ مشن سے دوبارہ شائع کر کے اس کے بقاء دوام کا سامان کر دیا جائے چنانچہ انجمن مذکور کے ذمہ دار حلقہ سے اسکی اجازت حاصل کر کے اس کو محرم ۱۳۵۶ھ میں شائع کیا گیا جنوری ۱۹۵۶ء میں اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا اور اب یہ تیسرا اڈیشن پیش کیا جا رہا ہے۔

ضرورت ہے کہ تمام اُن مقامات پر جہاں جلوس ذوالجناح کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور اس کو سبب افتراق قرار دیا جاتا ہے اس رسالہ کی ہزاروں کاپیاں تقسیم کی جائیں اور اس جلوس کی صحیح نوعیت کو ظاہر کیا جائے۔ والسلام۔

خادم ملت

محرم ۱۳۸۰ھ

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکرٹری امامیہ مشن لکھنؤ (انڈیا)

[illegible]

نمبر شمار	نمبر کتاب	نام رسالہ	قیمت	محصول ڈاک	نمبر شمار	نمبر کتاب	نام رسالہ	قیمت	محصول ڈاک
		اردو رسائل					**انگریزی رسائل**		
۱	۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	/۶	/۲	۲۰	۵۰	حسینؑ ان دی بلیین آف کربلا	/۴	/۱
۲	۳۷	محاربۂ کربلا	/۳	/۱					
۳	۴۰	اثبات عزاداری	/۹	/۲	۲۱	۶۵	دی لاسٹ میسج آف حسینؑ	/۳	/۱
۴	۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	/۵	/۲					
۵	۵۵	" حصہ دوم	/۷	/۲	۲۲	۷۶	دی مارٹر آف کربلا	/۲	/۱
۶	۶۳	" حصہ سوم	/۶	/۲	۲۳	۹۹	امام حسینؑ میسج ٹو دی نیشن	/۲	/۱
۷	۷۰	اسیری اہل حرم	/۳	/۱					
۸	۷۵	مظلوم کربلاؑ	/۳	/۱	۲۴	۱۳۸	محرم	/۲	/۱
۹	۱۱۲	عزائے حسین پر تاریخی تبصرہ	۱/۴	/۲	۲۵	۱۴۷	آفر کربلا	/۴	/۱
۱۰	۱۱۷	سامان عزا	/۲	/۱	۲۶	۱۴۸	مارٹرز انسپریشن	/۲	/۱
۱۱	۱۴۰	شجاعت کے مثالی کارنامے	/۴	/۱			**ہندی رسائل**		
۱۲	۱۵۸	علمدار کربلا	/۲	/۱	۲۷	۱۱۸	محرم کا سامان	/۳	/۱
۱۳	۱۵۹	معصومؑ شہزادی	/۲	/۱	۲۸	۱۴۱	حسینؑ اور ہندوستان	/۳	/۱
۱۴	۱۶۰	صدیقہؑ صغریٰ	/۲	/۱	۲۹	۱۶۶	کربل نگری	/۴	/۱
۱۵	۱۶۱	شیرخوار مجاہدؑ	/۲	/۱	۳۰	۱۶۹	مہان انسپریٹر شہید کربلا	/۲	/۱
۱۶	۱۶۲	ازدواج حسینؑ	/۵	/۱			**دیگر رسائل**		
۱۷	۱۶۵	ہلاکت و شہادت	/۳	/۱	۳۱	۸۴	حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام (گجراتی)	/۳	/۱
۱۸	۱۷۰	بین الاقوامی شہید اعظم حسینؑ ابن علیؑ	۱/-	/۱	۳۲	۸۳	حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام (سندھی)	/۳	/۱
۱۹	۱۷۱	منازل آلام			۳۳	۸۵	حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام (بنگلہ)	/۳	/۱
		حالات سفر اہلبیتؑ	/۵	/۱					

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر

تشنۂ حیات

از

عالیجناب مولانا سید کرار حسین قبلہ فخر الافاضل دام مجدہ
واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مطبوعہ
سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت سولہ پیسے

حسینی فنڈ

امامیہ مشن لکھنؤ

اس فنڈ کے معطیان کو اُن کی رقم عطیہ سے بعد منہائی اخراجات
ڈاک دوگنی قیمت کے رسائل واقعہ کربلا سے متعلق اُردو، ہندی یا
انگریزی جس زبان میں مطلوب ہوں، محرم سے قبل ہی بذریعہ ریلوے
پارسل یا رجسٹرڈ پوسٹ سے ارسال کر دیے جاتے ہیں اور وہ خود ہی
اپنے وہاں "یوم عاشورہ" اس لٹریچر کو برادران وطن میں مفت تقسیم
کرتے ہیں، اور اس طرح ہمارے وطنی بھائی بھی کربلا کی عظیم قربانیوں
اور اس کے پسِ منظر سے باخبر ہو کر اسلام حقیقی سے متعارف ہو رہے ہیں۔

تمام برادران ایمانی کا فریضہ ہے کہ اس اہم دینی مقصد کے سلسلہ
میں اپنے اس مشن کی کسی ممکن امداد سے دریغ نہ کریں اور حسینی فنڈ میں
اپنے گرانقدر عطایا سے امداد فرما کر عنداللہ و عندالرسولؐ ماجور ہوں۔
اس فنڈ میں چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی شکریہ کے ساتھ قبول کی جاتی ہے

الداعی الی الخیر

بن کربل ما بانو دکھیا نینا نیر بہاوت ہے

ابنِ علیؑ کی لوتھ کے اوپر بیاکل ہو ہو جاوت ہے

چھاتی پیٹت انسواڈ ڈھلکت رو رو بہو سناوت ہے

زہراؑ جی کی بہو پیاری بن سیّاں دُکھ پاوت ہے

یا حیدرؑ تم ساقی کوثر چُلّو اتنا تنک پلاؤ

تس کے مارے بہو تمھاری ترس رہی ہے پیاس بجھاؤ

تم بن مورا کون ہے کاسے مانگوں نیر

گنبہ سگرا کھت گیو کھیت رہے شبیرؑ

٢

بستی موری کس جنگل میں ہے ہے آن بسیلی

پیٹت پیٹت چھاتی موری پھٹ کر ہو گئی نیلی

پھولن جوں کمھلائے کے جل بن کانٹا سوکھ بھیلی

ماٹی کے سے رنگ بھئی ہوں سیّاں کارن بیلی

سیاں کو میں کیونکر جا کر اپنے گلے لگاؤں

ظالم لوگوا گھیرے کھڑے ہیں کیونکر لوتھ اٹھاؤں

بانو ایسا کون ہے جو ہاتھ پکڑ لے جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین آلہ الطیبین الطاہرین

جس طرح آدم کی اولاد میں خدا نے ایسے انسان پیدا کئے جو اپنی قابل قدر خصوصیتوں کے سبب سے دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اپنا نام چھوڑ جاییں اسی طرح عالم کائنات میں دوسری قسم کی چیزوں کے اندر بھی ایسے ایسے نمونے خلق کئے ہیں جن کے اعلیٰ صفات اس جنس کے لیئے فخر وناز کا سبب بن سکیں۔

قدر دانی ہر چیز کی اس کے لحاظ سے ہونا چاہیئے۔ ہر گزشتہ چیز جس سے ایسے واقعات کا تعلق ہو جو آئندہ نسل انسانی کے لیئے سبق دینے والے ہوں وہ اسکی حقدار ہے کہ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔

قدر کے قابل صفت ہر شے میں قدر کے قابل ہے۔ اس میں کسی مذہب وملت کی تفریق نہیں ہے ایک دریا دل صاحب جود وسخا انسان اپنی خصوصی صفت کے باعث ہر انسان کی محبت کا سبب ہے۔ ایک سچائی پر جان دینے والا یہ جگر شخص ہر انسان کی عقیدت کا مرکز ہوتا ہے ایک نیک دل خوش اخلاق آدمی کی ہر ایک تعریف کرے گا یہ تمام

سرچشمۂ حیات

ہمیں زندگی چاہیئے موت نہیں

یقیناً سر سلطان مرحوم نے ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا بلکہ صد فی صد درست فرمایا تھا کہ ــــ" واقعہ شہادت کی وہ سالانہ یادگار جو عزاداری کے مختلف مراسم کی شکل میں منائی جاتی ہے شیعوں کی حیات اجتماعی کی ایک ایسی کارفرما روح ہے جو ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر حکمراں ہے۔ اگر آپ اس میں مداخلت کریں گے تو گویا ان کے خزینۂ حیات پر ڈاکہ ڈالیں گے جس کو وہ اپنی ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور جو ان کے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے۔"
یہ ایک ایسی بات ہے جس میں دو رائے کا تصور نا ممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ اب اگر کوئی شخص یا جماعت انفرادی یا اجتماعی طور پر عزاداری کی مخالف ہے تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شیعوں کے متاع حیات پر ڈاکہ ڈال رہی ہے جسے کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے شیعہ اور دوسرے مسائل میں چشم پوشی سے کام لے لیں لیکن یہ وہ واحد معاملہ ہے جس میں کسی قسم کی خوردی بزرگی، استادی، شاگردی، رشتہ داری، رواداری یا عزیزداری وغیرہ کا لحاظ

سیّاں اپنا گلا کٹا کر کے گئے مورا سکھڑا
رات بسے میں بھیتر بیٹھی کیسے کاٹوں دکھڑا
بھالے کی انیا پر واکا، چندن جیسے مکھڑا
جوں موری نظر پڑت ہے دم جاوت ہے اکھڑا
داغ بھئی نیلی کی چھاتی نینن اندر تارے
نینا دو رو لال بھئے ہیں سوکھ اگن کے مارے
پُتلی اوپر انسوا پلک تئیں بھر آئے
گرم توے پر بوند جوں چمک چمک ڈھر جائے

(۴)

بیڑے اوپر اِل جرم کے اے مورے کرتارا
لوہو کی ندیا میں ڈوبا پار لگاون ہارا
سوکھ سمندر بھی بھرت ہوں سوجھت ناہ کنارا
آن پڑی منجدھار بیت کی دیوے کون سہارا
سیّاں بن یوں غم کی ماری بہو رہی مت موری
نیر بنا جوں مچھلی تڑپے وہو بھئی گت موری
مُنہ پر ڈھانپے کو کتی لے دامن کا پاٹ

سیاں اپنا گلا کٹا کر لے گئے مورا سکھڑا

رات بسے میں بھیتر بیٹھی کیسے کاٹوں دکھڑا

بھالے کی انیا پر واکا، چندن جیسے مکھڑا

جوں موری نظر پڑت ہے دم جاوت ہے اکھڑا

داغ بھئی نیلی کی چھاتی نینن اندر تارے

نینا رو رو لال بھئے ہیں سوکھ اگن کے مارے

پُتلی اوپر انسوا پلک تئیں بھر آئے

گرم توے پر بوند جوں چھک چھک ڈھر جائے

(۴)

بیڑے اوپر اِل جسرم کے اے مورے کرتارا

لوہو کی ندیا میں ڈوبا پار لگاون ہارا

سوکھ سمندر بھی بھرت ہوں سوجھت ناہ کنارا

آن پڑی منجدھار بپت کی دیوے کون سہارا

سیاں بن یوں غم کی ماری بہو رہی مت موری

نیر بنا جوں مچھلی تڑپے وہو بھئی گت موری

مُنھ پر ڈھانپے کو کتنی لے دامن کا پاٹ

۷۸۶

سرچشمۂ حیات

ہمیں زندگی چاہیئے موت نہیں

یقیناً سر سلطان مرحوم نے ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا بلکہ صد فی صد درست فرمایا تھا کہ ـــــ " واقعہ شہادت کی وہ سالانہ یادگار جو عزاداری کے مختلف مراسم کی شکل میں منائی جاتی ہے شیعوں کی حیات اجتماعی کی ایک ایسی کارفرما روح ہے جو ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر حکمراں ہے۔ اگر آپ اس میں مداخلت کریں گے تو گویا ان کے خزینۂ حیات پر ڈاکہ ڈالیں گے جس کو وہ اپنی ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور جو ان کے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے"۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں دو رائے کا تصور نا ممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ اب اگر کوئی شخص یا جماعت انفرادی یا اجتماعی طور پر عزاداری کی مخالف ہے تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شیعوں کے متاع حیات پر ڈاکہ ڈال رہی ہے جسے کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے شیعہ اور دوسرے مسائل میں چشم پوشی سے کام لے لیں لیکن یہ وہ واحد معاملہ ہے جس میں کسی قسم کی خوردی

حضرت خدیجہ طاہرہؓ



خاندانی وراثت

حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قریشی واسدی تھیں۔ ماں کا نام فاطمہ بنت زاہدہ تھا۔
تاریخ سے آپ کے سال ولادت کا پتہ نہیں چلتا۔ اتنا معلوم ہے کہ کمسنی ہی میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ ماں کے زمانۂ وفات کا علم بھی نہیں ہے۔ مولانا شبلی سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں۔ قصی پر پہنچکر ان کا خاندان رسالتمآبؐ کے سلسلے سے مل جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت کے پہلے وہ طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں ان کے والد اپنے قبیلے میں ممتاز تھے۔

شبینہ توفیق اپنی کتاب "خدیجہ" میں لکھتی ہیں۔ خویلد بنو عزیٰ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے خاندان نے بنو عبد الدار کے مقابلے میں آنحضرت صلعم کے اجداد بنو عبد مناف کا ساتھ دیا تھا۔ خویلد کے دو بھائی نوفل و عمرو بھی بنی اسد کے سردار تھے۔

شبینہ توفیق لکھتی ہیں خدیجہ بنت خویلد کو اپنی والدہ فاطمہ سے صباحت ملاحت و شیریں کلامی، خوش اخلاقی، عالی حوصلگی، ہمدردی و مروت

اعتقادات اور جدید مذاہب کا ظہور ہوا علم کلام کا دور دورہ تھا۔ کوفہ کے چپہ چپہ میں علمی حلقے قائم تھے۔ اور بڑے بڑے ارباب فکر سے کوفہ چھلک رہا تھا۔ آئے دن مختلف مذاہب والوں کے درمیان بحث و مباحثہ اور نزاع و تکرار رہتی تھی۔ ہر ایک علم کلام ہی کے ذریعہ اپنے فریق مخالف کو نیچا دکھانے اور اپنے مسلک و مذہب کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔

ہشام بن حکم اس دور کے ممتاز اور نمودار افراد میں سے تھے۔ اپنی زبردست شخصیت علم کلام میں تفوق اور غیر معمولی مہارت رکھنے کی وجہ سے اس زمانہ کے متکلمین علماء میں آپ کی خصوصی منزلت تھی۔ طبقہ متکلمین میں آپ کو وہ درجہ حاصل ہوا کہ علم کلام کی کوئی کتاب آپ کے ذکر سے خالی نہیں۔

علامہ ابن ندیم لکھتے ہیں۔

هشام بن الحکم من متکلمی الشیعۃ ممن فتق الکلام فی الامامۃ وهذب المذهب والنظر وکان حاذقا بصناعۃ الکلام حاضر الجواب سئل هشام عن معاویۃ۔ سهد بدرا؟ قال نعم من ذالک الجانب ای من جانب المشرکین:۔

ہشام شیعوں کے متکلمین علماء اور ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے مسئلہ امامت میں مناظرہ اور مباحثہ پر تسلط حاصل کیا تھا۔ اور غور و فکر کرکے مذہب کو آراستہ کر دیا تھا اور صناعۃ کلام و مناظرہ میں بڑے ماہر اور حاضر جواب تھے۔ چنانچہ
(ایک دفعہ) لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا معاویہ ابن سفیان غزوہ بدر

انسانی اوصاف ہیں جن کا قدر دان ہر انسان ہے۔ یہ چیزیں مذہب و ملت کے تفرقہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اسی طرح غیر انسانی جاندار مخلوق میں امتیازی صفات ہر شخص کی توجہ کا باعث ہو سکتے ہیں۔ مہذب اور متمدن جماعتیں یادگار قائم کرتی ہیں اور یاد تازہ رکھتی ہیں۔ ان جانوروں کی بھی جو کسی اہم واقعہ میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہوں۔

آگرہ کے شاہی قلعہ کے باہر سیاح کو گھوڑے کا مجسمہ ضرور نظر آئیگا سینہ تک زمین کے اندر اور صرف سر و گردن اس کی باہر نمایاں ہے۔ اس کو جستجو ضرور دریافت کرنے پر مجبور کرے گی "یہ گھوڑا کیسا ہے" اسے معلوم ہوگا کہ یہ گھوڑا ایک بہادر شیر دل انسان کو قلعہ کی بالائی فصیل پر سے لے کر پھاندا تھا اور سینہ تک ریگ میں دھنس گیا تھا۔

اس سے انسانی ہمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ انسان کے دل پر کونسا نقش قائم ہوتا ہے؟ انسان کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ بہر حال ایسا ہی کچھ تھا جسے بطور یادگار مجسمہ کی صورت میں قائم رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

کم از کم خود انسان کی قدر شناسی ہی ثابت ہو گی کہ وہ جانور کی بھی قدر کرتا ہے اگر اس سے کوئی نمایاں واقعہ رونما ہو جائے۔

ممکن ہے بعض مقامات پر طریقۂ عزاداری میں بعض ایسی باتیں شامل ہو گئی ہوں جو نہ ہوتیں تو بہتر تھا۔ عزاداروں کو صحیح طریقۂ عزا کی تبلیغ یقیناً ایک مستحسن کام ہے لیکن ایسے مبلغین کو ہر قدم یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ تبلیغ کے لہجے کی کوئی معمولی سی ضرب بھی اصل عزاداری پر نہ پڑنے پائے بلکہ کسی ضرب کا اندیشہ بھی نہ پیدا ہونے پائے۔ احتیاطی تدابیر کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مراسم عزا میں ترمیم کے خواہش مند اصحاب عملاً اس طریقۂ عزا کو رواج دیں جو ان کو مرغوب ہیں اور پھر آہستہ آہستہ عزاداروں کو اسی طریقۂ عزا کے اپنانے کی دعوت دیں — اگر ایسا نہ کیا گیا اور صرف اعتراض کر کے مراسم عزا میں ترمیم کی کوشش کی گئی تو چاہے نیت بخیر ہو مگر ایسے شخص کو عزاداروں کی دنیا میں ہمیشہ مشکوک نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اور اس میں عزادار نظروں کا کوئی قصور بھی نہیں اس لئے کہ ان مظلوموں سے عزاداری جیسے قیمتی سرمایہ کو وقت کے ہر طاقتور ظالم نے چھیننے کی انتھک کوششیں کی ہیں یہی وجہ ہے کہ اب یہ ہر اس شخص کو رہزن سمجھتے ہیں جو کسی نہج سے بھی عزاداری کی مخالفت کرتا ہے ولو برائے نام سہی۔ لہذا مراسم عزا میں اصلاح کی خواہش مند شخصیتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی پوزیشن پہلے ہی سے واضح کر دیں۔

چونکہ میں بھی ایک عزادار شیعہ ہوں اس لئے میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ وہ حضرات جو کسی سطح پر بھی مراسم عزا میں ترمیم یا اصلاح کے خواہشمند ہیں ان کو ایسی تحریروں سے قطعاً احتراز کرنا چاہیئے جن سے

ناکوئی مورا دکھ پوچھت ہے نا کوئی سنگ نبھاتی
کالی رین ڈرانی لاگے دوجے دیا نہ باتی
کیس بکھیرے بھوکی پیاسی سیّاں کا دکھ کھاتی
ہائے حسیناؑ سیّاں جوجھے یوں کہہ کر چلّاتی
اودھن کی ڈھگ بیٹھی بن میں سر کو دے دے مارے
نندن کے گرے ڈار کے نصیاں روورو ہاتھ پسارے

⑥

ناکوئی تب نندن سے میں اٹھ بولی آوے کیسے چینا
دور وطن سے قید پڑی ہوں تھمے ناہیں نینا
کس کے آگے بیٹھ بجھانوں اپنے غم کے بینا
اصغرؑ اکبرؑ قاسمؑ جوجھے ٹکڑے بھئے حسیناؑ
اب ان کی لوتھن کے صدقے کوئی بند چھڑادے
میلی سی اک چادر دے کر اپنا بول سنادے
اے بانو تو جھٹ گئی اٹھ یاں سے جیل جا
سیّاں کو نہلا کے کفن پہنا اگر ...

ناؤں ورا دکھ پہ چپ ہے نانو کی کسک بھائی

کالی رین ڈرائی لاگے دو بج دیا نہ باتی

کیس بکھرے بھوکی پیاسی سیّاں کا دکھ کھاتی

ہائے حسیناً تیاں جو نجھے یوں کہکر چلاتی

اوٹن کی ڈھگ بیٹھی بن میں سر کوٹ دے مارے

نندن کے گرے ڈار کے بنھیاں رو رو ہاتھ پسارے

(۶)

ناکوئی تب نندن سے میں اُٹھ بولی آوے کیسے جینا

دُور وطن سے قید پڑی ہوں تھمے ناہیں نینا

کس کے آگے بیٹھ بتھانوں اپنے غم کے بینا

اصغرؑ اکبرؑ قاسمؑ جو جھے ٹکڑے بھئے حسینؑا

اب ان کی لوتھن کے صدقے کوئی بند چھڑا دے

میلی سی اک چادر دے کر اپنا بول سُنا دے

اے بانو تو چھٹ گئی اُٹھ ماں سے حیل جا

ممکن ہے بعض مقامات پر طریقۂ عزاداری میں بعض ایسی باتیں شامل ہو گئی ہوں جو نہ ہوتیں تو بہتر تھا۔ عزاداروں کو صحیح طریقۂ عزا کی تبلیغ یقیناً ایک مستحسن کام ہے لیکن ایسے مبلغین کو ہر قدم یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ تبلیغ کے لہجے کی کوئی معمولی سی ضرب بھی اصل عزاداری پر نہ پڑنے پائے بلکہ کسی ضرب کا اندیشہ بھی نہ پیدا ہونے پائے۔ احتیاطی تدابیر کا تقاضہ تو یہ ہے کہ مراسم عزا میں ترمیم کے خواہش مند اصحاب عملاً اس طریقۂ عزا کو رواج دیں جو ان کو مرغوب ہیں اور پھر آہستہ آہستہ عزاداروں کو اسی طریقۂ عزا کے اپنانے کی دعوت دیں ——— اگر ایسا نہ کیا گیا اور صرف اعتراض کر کے مراسم عزا میں ترمیم کی کوشش کی گئی تو چاہے نیت بخیر ہو مگر ایسے شخص کو عزاداروں کی دنیا میں ہمیشہ مشکوک نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اور اس میں عزادار نظروں کا کوئی قصور بھی نہیں اس لئے کہ ان مظلوموں سے عزاداری جیسے قیمتی سرمایہ کو وقت کے ہر طاقتور ظالم نے چھیننے کی انتھک کوششیں کی ہیں یہی وجہ ہے کہ اب یہ ہر اس شخص کو رہزن سمجھتے ہیں جو کسی نہج سے بھی عزاداری کی مخالفت کرتا ہے ولو برائے نام سہی۔ لہذا مراسم عزا میں اصلاح کی خواہش مند شخصیتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی پوزیشن پہلے ہی سے واضح کر دیں۔

چونکہ میں بھی ایک عزادار شیعہ ہوں اس لئے میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ وہ حضرات جو کسی سطح پر بھی مراسم عزا میں ترمیم یا اصلاح کے خواہشمند ہیں ان کو ایسی تجاویز [illegible]

کا ذکر مفصلاً آیا تھا۔

حضرت خدیجہ شرف و عظمتِ خاندانی اور کمالِ نسوانی کا مظہر اتم تھیں حسب و نسب، قومی عظمت و وجاہت، ذاتی فضیلت و طہارت کے زیور سے ان کی شخصیت پوری طرح آراستہ تھی۔

اپنی مدد خود کرنے کی نادر مثال

حضرت خدیجہ بچپنے ہی میں یتیم ہو گئیں۔ وہ غیر معمولی ذہین و خوش فکر اور عالی حوصلہ تھیں۔ انھوں نے بھائی بہن اور چچا پر اپنا بار ڈالنا پسند نہیں کیا عرب بلکہ ہر سماج میں عورت کی تحقیر کا سبب اس کی معاشی بے نوائی ہے۔ معاشیات کا اجارہ دار مرد بن بیٹھا۔ اگرچہ عورت گھر میں تربیت اولاد اور آثاثہ کی دیکھ بھال اور کھانے وغیرہ کی تیاری میں مرد سے کم مشقت نہیں جھیلتی لیکن مرد کو اپنی محنت کا صلہ روپئے کی شکل میں ملتا ہے اور عورت مرد کے روپے سے گھر کی تنظیم میں حصّہ لیتی ہے اس لئے عورت بے مایہ سمجھی گئی۔ حضرت خدیجہ کی نگاہ کے سامنے اقتصادی بدحالی کی وجہ سے عربی عورت حقارت کی داستان تھی اس لیے انھوں نے اپنی ذات سے مرد پر معاشی اعتماد کے بجائے اپنی محنت و کوشش سے خوشحالی کا ایک تجربہ کیا جو سو فیصدی کامیاب رہا بلکہ ان کی ذہانت و لیاقت نے تو بڑا کارنامہ کر دکھایا کہ مکہ میں امارت و ثروت میں کوئی اُن کا مدمقابل نہ رہا۔

حضرت خدیجہ کی تاجرانہ زندگی کی کڑیاں غائب

مسلمانوں کے فضائل بہت کثرت سے وارد ہیں اور بدری ہونا اصحاب رسولؐ کی ایک مخصوص و ممتاز فضیلت ہے، تو ہشام نے برجستہ کہا۔ ہاں! شریک تو ہوئے تھے۔ لیکن اس طرف سے (یعنی مسلمانوں کی طرف نہیں تھے۔ بلکہ کافروں کی طرف تھے۔ کیونکہ اس وقت تک معاویہ نے ظاہری اسلام بھی قبول نہیں کیا تھا بلکہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔)

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں۔

هشام بن الحكم صاحب غور فی الاصول لا یجوز ان یغفل عن الزامات علی المعتزلة فان الرجل وراء ما یلزمه علی الخصم و دون ما یظهر من التشبیه :ر

یہ ہشام بن حکم اصول حکمت، عقائد و علم کلام میں صاحب غور و تدقیق ہیں۔ انھوں نے فرقہ معتزلہ کے عقائد پر جو الزامات قائم کئے ہیں۔ ان سے چشم پوشی کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ شخص اپنے مقابل والوں کو جس امر کا الزام دیتا ہے۔ اس سے پیچھے اور علیحدہ ہے۔ اور تشبیہ کے متعلق جو کچھ ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خود مخالف ہے۔

علامہ زرکلی لکھتے ہیں۔

هشام بن الحكم فقیه متکلم مناظر من اکابر الامامیة ولد بالکوفة فانقطع الی یحیی بن خالد فکان القیم بمجالسه (الاعلام جلد ۹ ص ۸۲)

ہشام بن حکم فقیہ متکلم مناظر اور اکابر امامیہ سے ہیں کوفہ میں پیدا ہوئے اور یحییٰ بن خالد کے مصاحب بن گئے۔ یحییٰ کے یہاں بحث و مباحثہ کی جو نشستیں منعقد

اخبار بین طبقہ بے خبر نہیں ہو گا ان واقعات سے جو روزانہ دوسرے ممالک میں ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں معلوم ہوتا ہے کہ حیوان بھی قدر کے قابل ہو سکتا ہے اور انسان کی انسانیت اسکی قدر شناسی پر مجبور ہو جاتی ہے۔

حیوانی نسل میں ایسی مخلوق کی کمی نہیں ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے بلند صفتوں کی حامل ہو۔ ایک کتّا جو حیرت انگیز وفاداری کا اظہار کرتا ہے اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ اس کے مرنے پر اظہار غم و الم کے لیے ہزاروں روپے صرف کر دیئے جائیں، جلسے ہوں اور اظہار رنج کیا جائے جاپان کے ملک کا یہ واقعہ ابھی کچھ زیادہ پرانا نہیں ہوا ہے۔

مذہبی روایات میں اصحاب کہف کے کتے کا قرآن مجید تک میں ذکر موجود ہے اور وہ بھی اُن ہی خصوصیتوں میں شریک کیا گیا جو اصحاب کہف کے لیئے حاصل ہیں، وہ جدید دنیا کی جدید تہذیب کا کارنامہ تھا اور یہ قدیم تاریخ کا قدیمی ورق۔

ایک مدت تک عیسائیوں کے گرجاؤں میں اس قسم کی تعظیم ہوئی ہے جو حضرت عیسٰیؑ کی سواری کے حیوان کا ان کے یہاں سمجھا جاتا تھا۔

اسلام میں اس دُنبہ کی یادگار قائم کی گئی جو حضرت ابراہیمؑ کے پاس ان کے فرزند اسمٰعیلؑ کے فدیہ قربانی کے لیے آیا تھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے بقر عید میں قربانی کا حکم دے کر اس کی شبیہ بنانے کا قانون جاری کر دیا۔

ہے، ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس سلسلہ میں شیعہ کسی قسم کی خوردی، بزرگی، یگانہ اور
بیگانہ کی تفریق کے قائل نہیں ہیں لہٰذا وہ کسی حلفیہ بیان کو بھی سننے کے لئے
تیار نہیں ...... اپنے اور اپنی اولادوں کے دل و دماغ اور قلب و ضمیر کی
کسی کو فکر نہیں، کوئی مبلغ یا مصلح قوم یہ نہیں دیکھتا کہ آج ہزاروں شیعوں کے
دل و دماغ غیروں کے قبضہ میں ہیں، خود اپنے گھر، خاندان اور قبیلہ کے
افراد، اسلامی تہذیب و تمدن سے کس قدر دور جا پڑے ہیں شرعی عادات
و خصائل اور رہنے سہنے کے خاندانی اور آبائی طور طریقہ کہاں ناپید ہو گئے
اس کی فکر، اس کا درد اور اس کی جستجو کسی مفکر، مصلح اور مبلغ کو نہیں ہاں دل و دماغ
تب بیدار ہوتے ہیں جب محرم آتا ہے جب عزادار...... ہائے حسین، ہائے حسین
کے نعرے لگاتے ہیں یقین مانیئے ہم اس کے باوجود خوش ہیں، مگر ہماری خوشی
دائمی ہو جاتی اور مسرت میں پائداری پیدا ہو جاتی جب ان مصلحین کے گھروں
میں "صحیح عزاداری" کی شکل کبھی نظر آجاتی۔

ناپاک ذہنیتیں

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مراسم عزا کے طریقہ کار پر
بحث کرنے والے خود اسلامی اصول و قوانین کی دھجیاں
اڑا رہے ہیں اور انھیں ہوش تک نہیں، غالباً ان امور پر بحث کرنا ان کے
نزدیک تہذیب مجلس کے بھی خلاف ہوگا ــــــ ساری حدیثیں، پورا قرآن،
قوم و ملت کا سارا درد، کفر و شرک کا سارا اندیشہ، تبلیغ کی ساری ذمہ داریاں،
ایک مسئلہ کی پوری لگن اور اصلاح قوم کا بیڑہ یہ حضرات صرف محرم، مراسم عزا،
عزاداری اور عزاداروں کے لئے اٹھائے نظر آتے ہیں مجالس، ماتم، نذر، نیاز،

جواب کے میں جیتی جھوٹوں ستیاں کے ڈھگ سجاؤں
بن کربل میں اپنے ہاتھوں واکے گور بناؤں
چاروں اور دوار اُٹھا کے خاصے پیڑ لگاؤں
تکیہ کی سی صورت باندھوں نیر کا کنواں کھداؤں

پانی بھر بھر ٹھلیاں لاؤں سر کاندھے پر دھر دھر
رات بسا کر اس میں پانی ٹھنڈا کر کر
رستے میں جھجری رکھوں نیر بہا کر نین
پیو بٹاؤ لوگوا نذر امام حسینؑ

(۸)

سُن کر موری ہانک بٹاؤ پانی پیون آویں
ابن علیؑ کی گور کا صدقہ اپنی پیاس بجھاویں
چھاؤں تلے جھاڑوں کی بیٹھیں تکیہ میں سکھ پاویں
جد وہ موری بپتا پوچھیں کہ بی بی ہم جاویں

کس کنبے کی بی بی ہے تو کس نگری سے آئی ہے
کیوں تکیئے میں روتی ہے کس کی گور بنائی ہے
تب اُن سے میں یوں کہوں ارے بٹاؤ لوگ

جواب کے میں جیتی جھوٹوں سیاں کے ڈھگ سجاؤں
بن کربل میں اپنے ہاتھوں دا کے گور بناؤں
چاروں اُور دوار اُٹھا کے خاصے پیڑ لگاؤں
تکیہ کی سی صورت باندھوں نیکا کنواں کھداؤں

پانی بھر بھر ٹھلیاں لاؤں سر کاندھے پر دھر دھر
رات بساکر اوس میں پانی ٹھنڈا کر کر
رستے میں جھجری رکھوں نیر بہا کر نین
پیو بٹاؤ لوگو انذر امام حسینؑ

(۸)

سُن کر موری ہانک بٹاؤ پانی پیون آویں
ابن علیؑ کی گور کا صدقہ اپنی پیاس بجھاویں
چھاؤں تلے جھاڑوں کی بیٹھیں تکیہ میں سکھ پاویں
جد وہ موری بپتا پوچھیں کہ بی بی ہم جاویں
کس گھنے کی بی بی ہے تو کس نگری سے آئی ہے
کیوں تکئے میں روتی ہے کس کی گور بنائی ہے

ہے ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس سلسلہ میں شیعہ کسی قسم کی خوردی، بزرگی، یگانہ اور بیگانہ کی تفریق کے قائل نہیں ہیں لہذا وہ کسی حلفیہ بیان کو بھی سننے کے لئے تیار نہیں...... لئے اور اپنی اولادوں کے دل و دماغ اور قلب و ضمیر کی کسی کو فکر نہیں، کوئی مبلغ یا مصلح قوم یہ نہیں دیکھتا کہ آج ہزاروں شیعوں کے دل و دماغ غیروں کے قبضہ میں ہیں، خود اپنے گھر، خاندان اور قبیلہ کے افراد، اسلامی تہذیب و تمدن سے کس قدر دور جا پڑے ہیں شرعی عادات وخصائل اور رہنے سہنے کے خاندانی اور آبائی طور طریقہ کہاں ناپید ہو گئے اس کی فکر، اس کا درد اور اس کی جستجو کسی مفکر، مصلح اور مبلغ کو نہیں ہاں دل و دماغ تب بیدار ہوتے ہیں جب محرم آتا ہے جب عزادار...... ہائے حسینؑ، ہائے حسینؑ کے نعرے لگاتے ہیں یقین مانیئے ہم اس کے باوجود خوش ہیں مگر ہماری خوشی دائمی ہو جاتی اور مسرت میں پائداری پیدا ہو جاتی جب ان مصلحین کے گھروں میں "صحیح عزاداری" کی شکل کبھی نظر آجاتی۔

ناپاک ذہنیتیں کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مراسم عزا کے طریقہ کار پہ بحث کرنے والے خود اسلامی اصول و قوانین کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور انھیں ہوش تک نہیں، غالباً ان امور پر بحث کرنا تو ان کے نزدیک تہذیب مجلس کے بھی خلاف ہوگا ــــ ساری حد بندیاں، پورا قرآن، قوم و ملت کا سارا درد، کفر و شرک کا سارا اندیشہ، تبلیغ کی ساری ذمہ داریاں، اصلاح کی پوری لگن اور اصلاح قوم کا بیڑا یہ حضرات صرف محرم، مراسم عزا،

دیتے ہیں کہ اُن کو یہ دولت اپنے باپ سے ملی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر
جناب خدیجہ کو یہ دولت اپنے باپ سے ورثہ میں ملی ہوتی تو ان کے
بھائی بہن بھی دولت مند ہوتے۔ لیکن کوئی ان کا شمار مکہؐ کے دولتمندوں
میں نہیں کرتا۔ اس سے بھی زیادہ بے بنیاد بات یہ کہی جاتی ہے کہ
رسول خداؐ سے پہلے حضرت خدیجہ کے یکے بعد دیگرے کئی شوہر تھے
ان سے انھیں یہ دولت ملی۔ لیکن جن شوہروں کے نام گنائے جاتے
ہیں وہ گمنام ہیں ان کی دولت و ثروت کا تو کیا ذکر ان کے اصل وجود
کا بھی پتہ نہیں چلتا۔!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی وفات کے بعد جب حضرت خدیجہ
کا سن شعور آیا جو کچھ بھی انھیں باپ سے ملا تھا اسی سرمایہ سے انھوں
نے ابتدائی کام شروع کیا۔ پھر ان کی فہم و فراست اور سلیقہ و دیانت
نے رفتہ رفتہ ان کی تجارت کی ساکھ قائم کر دی اور بین الاقوامی منڈیوں
میں ان پر اعتماد کیا جانے لگا۔ اور رفتہ رفتہ وہ مکہؐ کی ملکۃ التجار بن گئیں۔

ثبینہ توفیق مصری خاتون اپنی کتاب "خدیجہ" میں لکھتی ہیں۔

"خدیجہ نے اپنی فطری ہوشیاری و ذکاوت کی بدولت اپنی تجارت
کو فروغ دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کا شمار مکہؐ کی امیر ترین خواتین
میں ہونے لگا۔"

ڈاکٹر احمد امین لکھتے ہیں۔

"ہشام بن حکم، جیسا کہ ان کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ علم کلام میں شیعوں کی بزرگ ترین شخصیت تھے۔ یہ امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں سے تھے۔ یہ بہت بڑے مناظر اور زبردست دلیلیں پیش کرنیوالے تھے انھوں نے معتزلیوں سے بہت سے مناظرے کئے۔ اور ادب کی کتابوں میں ان کے بہت سے مناظرے منقول ہیں جو ان کی حاضر جوابی قوت استدلال کا ثبوت ہیں۔۔۔"

اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"۔۔۔ جاحظ ان پر سخت نکتہ چینی کرتے اور بہت برہم و غضبناک ہو کر اعتراضات کرتے تھے۔۔۔"

ہشام امام جعفر صادقؑ کی درسگاہ میں

یہ ہشام امام جعفر صادقؑ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے اور آپ سے اکتساب علوم کر کے حکمت و درایۃ عرفان فقہ و حدیث وغیرہ میں اس زمانہ کی ممتاز شخصیت ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے یہ جہمی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی صفوان بن جہم[1] کے پیرو تھے۔ مگر

---

[1] صفوان بن جہم ہی کی طرف فرقہ جہمیہ منسوب ہے۔ ترمذ میں اس کی بدعتوں کا ظہور ہوا۔ بنی امیہ کے آخری زمانہ میں شہر مرو میں قتل کیا گیا۔ صفات ازلیہ کی نفی میں یہ معتزلہ کا موید تھا۔ نیز اسکا

مسلمانوں نے سواد اعظم کے اس اونٹ اور محمل کی یادگار قائم کی جس

ام المومنین عائشہ سوار ہوئی تھیں اور وہ اب تک مصر سے جو عربی تہذیب و تمدّن کا گہوارہ بنا ہوا ہے وہ محمل مکہ معظمہ بھیجی جاتی رہی ہے۔

ہندو قوم تو برابر جانوروں کی قدرشناس رہی ہے، وہ ہر اس جانور کو جس سے نوع انسان کو فوائد پہنچے ہیں قدر کی نگاہ سے اس حد تک دیکھتی ہے جسے پرستش کی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔

اگرچہ پرستش غیر اللہ کی جائز نہیں ہے مگر انسان کو گزشتہ واقعات کی یاد تازہ رکھنے کے لیئے ضرورت ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کی یاد باقی رکھے جن کے ساتھ ان واقعات کا تعلق ہے۔

عیسائیوں نے غیر جاندار چیز، وہ سُولی جس پر حضرت یسوع مسیح کو ان کے خیال میں چڑھایا گیا ہے آج تک صلیب کی شکل میں قائم رکھی ہے جو ہر گرجا گھر میں موجود رہتی ہے اور ہر عیسائی کی گردن میں آویزاں۔

اسلامی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ (مقام ابراہیمؑ) مصلےٰ قرار دیا گیا کہ وہاں لوگ نماز پڑھیں، وہ پانی جو عین اسمٰعیلؑ کے پیاسے جاں بلب ہونے کی حالت میں نمودار ہوا تھا چاہ زمزم کے نام سے انتہائی متبرک قرار دیا گیا، کوہ صفا اور مروہ کو جہاں حضرت ہاجرہ پانی

[illegible]

فتویٰ دیا جاتا ہے کہ۔

محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہم السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل و شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں"۔ (فتاوی رشیدیہ سوم صفحہ ۱۱۹ منقول سیاست جدید کان پور ۱۵ر فروری ۶۷ء صفحہ ۲ کالم ۷)

کہا جاتا ہے کہ رواداری نہایت عمدہ صفت ہے۔ ہم صاحبان خرد سے انصاف چاہتے ہیں وہ فرمائیں کہ کیا ان "مفتیان کرام" کیلئے رواداری زہر ہے ان حضرات کے دین و مذہب میں رواداری حرام ہے اور کیا ہم غریب عزاداروں ہی پر رواداری کی ساری ذمہ داری عا ہوتی ہے؟ یہی مفتی صاحب پھر فرماتے ہیں۔

(مسئلہ) ہندو تہوار ہولی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟ الجواب:۔ درست ہے۔ فقط

(فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۹ منقول سیاست جدید کان پور ۱۵ر فروری ۶۷ء)

یہ وہ مسلمان ہیں جو اپنے کو فرزندان توحید کہتے ہوئے قطعی جھجکن نہیں محسوس کرتے۔ حالانکہ ان کے عقائد وہ ہیں جنہیں دیکھکر کافر بھی پناہ مانگے۔ چنانچہ اسی

زہرا موری ساس کہاوت سسرا مورا حیدر
سیاں مورا الگت حسینا جیٹھ حسن سا دیور

دیور وہ عباس بہادر پوت سا جانی اکبر
قاسم بنڑا لال بھتیجا تنہا بٹوا اصغر

اتنا مورا کنبہ کٹے اتنوں کی ہیں پیاری
وطن ہمارا دیس مدینہ ہیں بانو دکھیاری

بھلا بتاؤ لوگوا کیجو مجھ پر غور
ایسی کوئی جہاں میں ہو گی دکھیا اور

(۲)

تکیہ کے دروازے آگے خاک لپیٹے منہ کو
کیس کھلے کل کفنی پہنے کھڑی کہت ہیں رو رو

کوئی نجف کو جاتا ہو تو ارے بتاؤ لوگو
اتنا مورا ایک سندیسا حیدر جی سے کہیو

بن کربل میں بانو دکھیاری بہو تمھاری
ابن علی کی گور کے اوپر دیکھی کرتی زاری

بلک بلک مرجائے گی نیکی بہو نجو یا شاہ
صدقہ اپنے پوت کا وا کا کرو نباہ

زہرؑا موری ساس کہاوت سسرا مورا حیدرؑ
سیاں مورا الگت حسینؑا جیٹھ حسنؑ سا دیور

دیور وہ عباسؑ بہادر پوت سا جانی اکبرؑ
قاسمؑ بڑا لال بھتیجا ننھا بٹوا اصغرؑ
اتنا مورا کنبہ مکٹے اتنوں کی میں پیاری
وطن ہمارا دیس مدینہ میں بانو دکھیاری
بھلا بٹائی لوگوا کیجو مجھ پہ غور
ایسی کوئی جہاں میں ہو گی دکھیا اور

(۲)

تکیہ کے دروازے آگے خاک لپیٹے منہ کو
کیس کھلے کل کفنی پہنے کھڑی کہت ہی رو رو
کوئی نجف کو جاتا ہو تو ارے بٹاؤ لوگو
اتنا مورا ایک سندیسا حیدرؑ جی سے کہیو
بن کربل میں بانو دکھیاری بہو تمھاری
ابن علیؑ کی گور کے اوپر دیکھی کرتی زاری
بلک بلک مر جائے گی نکی بہو نجو یا شاہ

تبرک تبس حسین، اور تعزیوں کا احترام و تعظیم سب حرام، شرک اور کفر ہے اس لئے فتویٰ دیا جاتا ہے کہ۔

محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہم السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل و شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ سوم صفحہ ۱۴۵ منقول سیاست جدید کانپور ۱۵ر فروری سنہ ۶۷ء صفحہ ۴ کالم ۷)

کہا جاتا ہے کہ رواداری نہایت عمدہ صفت ہے۔ ہم صاحبان خرد سے انصاف چاہتے ہیں وہ فرمائیں کہ کیا ان "مفتیان کرام" کیلئے رواداری زہر ہے ان حضرات کے دین و مذہب میں رواداری حرام ہے اور کیا ہم غریب عزاداروں ہی پر رواداری کی ساری ذمہ داری عاید ہوتی ہے؟ یہی مفتی صاحب پھر فرماتے ہیں۔

(مسئلہ) ہندو تہوار ہولی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟ الجواب۔ درست ہے۔ فقط

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۹ منقول سیاست جدید کانپور ۱۵ر فروری سنہ ۶۷ء)

یہ وہ مسلمان ہیں جو اپنے کو فرزندان توحید کہتے ہوئے قطعی جھجک نہیں محسوس کرتے حالانکہ ان کے عقائد وہ ہیں جنہیں دیکھ کر کافر بھی پناہ مانگے چنانچہ اسی

پر تھا کہ جب اہل مکہ کے تاجروں کا قافلہ تجارت کے لیے شام جاتا تو تنہا
ان کا مال اس قدر ہوتا کہ کل اہل مکہ کے سامان کے برابر ہوتا۔

طاہرہ و امین کا تجارتی اشتراک

آنحضرتؐ زندگی کے آغاز ہی میں یتیم ہو چکے تھے۔ چچا اور چچی
حضرت ابو طالبؑ اور فاطمہ بنت اسدؑ کو ان کی تربیت کا شرف حاصل ہوا۔
حضرت ہاشم نے مکہ کو تجارتی شہر بنایا تھا۔ اور دوسرے ممالک میں اہل مکہ
کے لیے تجارتی آسانیاں فراہم کرائی تھیں۔ خود حضرت ابو طالبؑ عطر کی تجارت
کرتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی عمر کافی ہو گئی تھی اور مکہ کی قیادت کی ذمہ داری
بھی ان پر آن پڑی تھی اس لیے ان کے کاروبار تجارت کی ترقی رک گئی۔
اب وہ بیرونی سفر بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک بار آنحضرتؐ نے بھی شام
کا سفر کیا تھا۔ آنحضرتؐ اب جوان ہو چکے تھے اور خود کفیل ہونے کے لئے کسی
کاروبار میں حصہ لینا چاہتے تھے۔

حضرت خدیجہ کی تجارت بڑے فروغ پر تھی۔ ان کو معتبر آدمی کاروبار
میں حصہ لینے کے لیے نہ ملتے۔ حضرت ابو طالبؑ کے ذہن میں یہ بات
آئی کہ اگر آنحضرتؐ جناب خدیجہ کے کاروبار کی نگرانی کریں تو اس میں دونوں
کا بھلا ہے۔ حضرت خدیجہ کے کاروبار تجارت کی نگرانی کریں تو اس میں
دونوں کا فائدہ ہے۔ حضرت خدیجہ کو ایک معتبر و امین مددگار مل جائیگا۔

آپ کا نام ہشام اور کنیت ابو محمد ہے۔ باپ کا نام حکم تھا۔ جن کے حالات نہیں ملتے۔ ہشام کا سن ولادت بھی پیش نظر کتابوں میں مذکور نہیں۔ اور ایسا ہونا بعید بھی نہیں۔ کیونکہ ولادت کے وقت کسے معلوم تھا کہ یہ لڑکا علمی دنیا میں روشن ستارہ بن کر چمکے گا۔ تاکہ تاریخ ولادت وغیرہ ضبط کر لی جاتی۔

شہر کوفہ میں ایک قبیلہ کندہ تھا۔ جس کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے آپ کندی کہے جاتے ہیں۔ اور اسی شہر کے محلہ بنی شیبان میں آپ کا مکان تھا۔ اور یہی شہر جائے پیدائش بھی ہے۔ لیکن پیدا ہونے کے کچھ دنوں بعد کوفہ سے قریب عراق کے ایک دوسرے شہر واسط میں آنا ہوا۔ اور یہیں بچپن کا زمانہ بسر کیا۔ جہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سن شعور کو پہونچنے کے بعد اس زمانہ کا معزز ترین پیشہ اختیار کیا۔ اور بغداد کے محلہ کرخ میں تجارت کرنے لگے۔ بعد ازاں تجارت نے اتنی ترقی کی کہ بغداد میں چلے آئے اور قصر وضاح کے حوالی میں رہنے لگے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط میں چونکہ سلاطین بنی عباس کے علمی ذوق سے مختلف زبانوں سے حکمت و فلسفہ اور مذاہب مخالفین کی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں۔ لہذا مذہب اسلام اس سادگی پر باقی نہ رہا۔ مسلمانوں میں مذہبی آزادی کے ساتھ فلسفیانہ خیالات کی اشاعت ہونے لگی۔ جس کے سبب سے اسلامی مسائل و معتقدات پر رد و قدح کا دروازہ کھل گیا۔ اور مناظرہ و مباحثہ کا بازار گرم ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح کسی بادشاہ کے ضعیف و مغلوب ہو جانے سے اس کے

چونکہ ذہن و ذکاء میں فرد تھے. اس مذہب کی خرابی محسوس کر رہے تھے. یا اس پر ایسا اعتماد تھا کہ ہمچو من دیگرے نیست، کا خیال تھا جس سے چاہا کہ امام وقت کو مغلوب و محجوب کریں۔

غرض کسی وجہ سے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے. ان کی تیزی و ذکاوت ایسی تھی کہ عمرو بن عبید جو ہشام کا بھتیجا تھا. بیان کرتا ہے کہ ہشام نے مجھ سے کہا. مجھے امام ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کے پاس لے چلو. تاکہ ان سے مناظرہ کروں. میں نے اس کا ذکر اپنے والد سے کیا کہ چچا ایسا کہتے ہیں انھوں نے کہا جب تک امام سے اجازت نہ لو ان کو وہاں نہ لے جاؤ. پس میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کو حاضر کرنے کی اجازت چاہی. حضرت نے اجازت دی. یہ سن کر میں وہاں سے اٹھا اور چند قدم آیا تھا کہ مجھے ہشام کا بیہودہ اور بے ادبی سے کلام کرنا اور اپنے سامنے کسی کو خیال میں نہ لانا یاد آگیا. میں ڈرا کہ کہیں وہ حضرت سے بے ادبانہ کلام نہ کریں. پس میں حضرت کی خدمت میں واپس ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت یہ شخص نہایت خبیث و واہیات ہے. جس پر حضرت نے فرمایا کہ تم ہم پر خوف کرتے ہو. جس سے میں شرمندہ ہوا۔

غرض ہشام حاضر ہوئے. حضرت نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا. جس کے جواب سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) خدا کے حی و عالم ہونے سے انکار کیا. فاعل اور خالق ہونے کو تسلیم کیا. اس لئے کہ خدا کے علاوہ کوئی چیز خالق و فاعل نہیں ہو سکتی. اسی طرح اس کے اور دیگر اقوال ہیں

ارکان حج میں تشبیہیں قائم کی گئی ہیں اُن گزشتہ واقعات کی جو اہم ہستیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

وہ واقعات زندہ رکھنے کے قابل ہیں جو نسل انسانی کے لیے اچھے اچھے سبق دیتے ہوں، جو دل میں رحم وکرم کا جذبہ پیدا کرتے ہوں، جو وفاداری اور نیک شعاری کی قدر بتلاتے ہوں۔

یہ واقعات وہ ہوتے ہیں جو اگرچہ کسی خاص قوم یا جماعت ہی میں واقع ہوئے ہوں لیکن ان کا مفاد اور نتیجہ تمام نسل انسانی کے ساتھ یکساں حیثیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے ان میں ہرگز کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ وہ ہرگز فرقہ وارانہ حیثیت نہیں رکھتے اور نہ فرقہ بندی کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر انھیں فرقہ بندی کے طور پر ادا کیا جائے تو یہ کسی خاص جماعت کی غلطی ہوگی جس سے خود واقعہ کی افادی حیثیت اور ہمہ گیری کو نقصان پہونچے گا اس لیے خود واقعہ اس طرزِ عمل کا شاکی ہوگا۔

کربلا کا اہم واقعہ جو ۶۱ھ میں دسویں تاریخ محرم کو رونما ہوا وہ اگرچہ مذہبی روایات کے اعتبار سے ایک خاص جماعت یعنی

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۶ پر ہے "یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

عزاداری اصحاب کے عمل کی روشنی میں

اس عقیدہ کی اسپرٹ سے اندازہ کیجیے کہ آخر یہ کس قسم کے مسلمان ہیں ہماری عزاداری کو بدعت کا فتوی دینے والے اپنے ان کفریہ فتوؤں اور مشرکانہ عقائد کے علاج کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے ہادیٔ عالمؐ کی شان اقدس میں اس قسم کی گستاخیاں کرنے والوں کو خود سوچنا چاہیے کہ انھیں پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالنا چاہیے یا دوسروں کی آنکھ کا تنکا؟ کاش بصیرت کے ساتھ یہ مسلمان اپنی ہی کتابوں کو پڑھ لیتے تو اس قسم کی جرأتوں کا شاید ارتکاب نہ کرتے ——— دو روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) "ایک دن آپ (ہادیٔ عالمؐ) نے وضو کیا پانی بچ گیا تو تمام صحابہ نے اس کو لیکر جسم پر مل لیا۔"

(بخاری کتاب الوضو منقول اسوۂ صحابہ جلد ا صفحہ ۱۴۴ طبع اعظم گڈھ)

"ایک بار آپ سر منڈوا رہے تھے صحابۂ کرام نے آپ کو گھیر لیا حجام سر مونڈتا جا رہا ہے اور صحابہ اوپر ہی اوپر سے بالوں کو اچک لیتے تھے۔"

(مسلم کتاب الفضائل منقول اسوۂ صحابہ جلد ا صفحہ ۱۴۴)

ہادیٔ عالمؐ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والی جماعت سے گزارش ہے کہ وہ ان روایتوں کو پڑھ کر عظمت نبوت کا کچھ اندازہ لگائے۔

"صحابۂ کرام" جنکے فضائل و مراتب کے آج تک گن گائے جاتے ہیں وہ

ارے بٹاؤ لوگو! پھر تم کو دیس مدینے جانا
جتنے وہاں کے رہنے والے ان سب کو بلوانا
ختم رسلؐ کے روضے آگے جا کے سیس نوانا
سر چھاتی کو پیٹ کے اپنی رو رو بپتا سنانا

جائے کھبریا واکی لیجئے سب کے پیغمبرؐ
زہراؑ جی کی بہو اکیلی بانو کربل بھیتر
تکیے میں دیکھی کھڑی راکھ لپیٹے کیس
ابن علیؑ کی گور کے اوپر کیے فقیری بھیس

(۱۲)

یا احمد جیؐ یوں امت نے بانو کو بلکایا
تین دنا کربل کے بھیتر پانی ناہیں پایا
بے بس کر کے کنبہ واکا پیاسا کاٹ گرایا
لوٹ لیا دھن جو کچھ پایا گھر کو پھونک جلایا

اب تکیے میں بھگویں گدڑی اوڑھے آہیں مارے
یا پیغمبرؐ نام تمہارا لے لے بہو پکارے
بانو بیٹھی فقیرنی اتنی بھیک دلاؤ

ارے بٹاؤ لوگو! پھر تم کو دیس مدینے جانا

جتنے وہاں کے رہنے والے ان سب کو بلوانا

ختم رسلؐ کے روضے آگے جا کے سیس نوانا

سر چھاتی کو پیٹ کے اپنی رو رو یہو سنانا

جائے کھبر یا وا کی لیجئے سب کے پیغمبرؐ

زہراؑ جی کی بہو اکیلی بانو کربل بھیتر

تکیے میں دیکھی کھڑی راکھ لپیٹے کیس

ابن علیؑ کی گور کے اوپر کیے فقیری بھیس

یا احمدؐ جی یوں اُمّت نے بانو کو بلکایا

تین دنا کربل کے بھیتر پانی ناہیں پایا

بے بس کر کے کنبہ وا کا پیاسا کاٹ گرایا

لوٹ لیا دھن جو کچھ پایا گھر کو پھونک جلایا

اب تکیے میں بھکویں گدڑی اوڑھے آہیں مارے

یا پیغمبرؐ نام تمہارا لے لے بہو پکارے

... دلاؤ

تقویۃ الایمان صفحہ [illegible] یہیں جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق چھوٹا

ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

عزاداری اصحاب کے عمل کی روشنی میں

اس عقیدہ کی اسپرٹ سے اندازہ کیجیئے کہ آخر یہ کس قسم کے مسلمان ہیں ہماری عزاداری کو بدعت کا فتوی دینے والے اپنے ان کفریہ فتوؤں اور مشرکانہ عقائد کے علاج کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے ہادی عالمؐ کی شان اقدس میں اس قسم کی گستاخیاں کرنے والوں کو خود سوچنا چاہیئے کہ انھیں پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالنا چاہیئے یا دوسروں کی آنکھ کا تنکا؟ کاش بصیرت کے ساتھ یہ مسلمان اپنی ہی کتابوں کو پڑھ لیتے تو اس قسم کی جرأتوں کا شاید ارتکاب نہ کرتے ——— دو روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) "ایک دن آپ (ہادی عالمؐ) نے وضو کیا پانی بچ گیا تو تمام صحابہ نے اس کو لیکر جسم پر مل لیا۔"

(بخاری کتاب الوضو منقول اسوۂ صحابہ جلد ۱ صـ۱۴۲ طبع اعظم گڈھ)

"ایک بار آپ سر منڈوا رہے تھے صحابۂ کرام نے آپ کو گھیر لیا حجام سر مونڈتا جا رہا ہے اور صحابہ اوپر ہی اوپر سے بالوں کو اچک لیتے تھے۔"

(مسلم کتاب الفضائل منقول اسوۂ صحابہ جلد ۱ صـ۱۴۲)

ہادیٔ عالم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والی جماعت سے گزارش ہے کہ وہ ان روایتوں کو پڑھ کر عظمت نبوت کا کچھ اندازہ لگائیے؟

کی بات چیت کی تو دونوں راضی ہو گئے۔ یہ اشتراک عمل ملازمت کی صورت میں نہیں بلکہ کمیشن کی بنیاد پر تھا۔

حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کو آنحضرت کی مدد و خدمت کے لئے ہمراہ کر دیا۔ ان کا مال لے کر شام تشریف لے گئے۔ راستبازی اور دیانتداری سے کام لیا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے پہلے جتنا نفع ہوتا تھا اس مرتبہ اس سے دس گنا نفع ہوا۔

آنحضرت شام سے مکّہ واپس تشریف لائے۔ جب مکّہ پہنچے تو اتفاقاً اس وقت حضرت خدیجہ اپنے کوٹھے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ شام سے مکّہ آنے والے راستے پر ان کی نظر پڑی۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک سوار چلا آرہا ہے اور اس کے سر پر ابر کا سایہ ہے۔ ابر میں زبرجد کی ایک قندیل آویزاں ہے۔ سوار کے داہنی طرف ایک شخص برہنہ تلوار لئے ہوئے ساتھ ساتھ ہے۔ سوار کے چاروں طرف یاقوت کا ایک شامیانہ کھنچا ہوا ہے۔ پہلی نظر میں حضرت خدیجہ نے اسے بادشاہ سمجھا۔ جب وہ سوار ان کے مکان کے نزدیک پہنچا تو وہ آنحضرت کی ذات بابرکات تھی۔ آنحضرت نے جناب خدیجہ کو خوشخبری دی کہ دگنا منافع ہوا ہے۔ حضرت خدیجہ نے کمیشن بھی اسی حساب سے دیا۔ پوچھا میسرہ کہاں ہے؟ فرمایا وہ پیچھے آرہا ہے۔ اتنے میں میسرہ بھی آگیا اور اس نے سفر کے تمام حالات بیان کئے اور امانت

مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے لیکن حقیقتاً وہ اپنے نتائج کے اعتبار
سے تمام دنیا کی تاریخ کا ایک اہم سبق آموز صحیفہ ہے۔ وہاں تمام
انسانی اوصاف و فضائل عملی طور پر پیش کیے گئے تھے وہاں
و کرم، اخلاق و مروت، ثبات قدم اور استقلال، تحمل و ضبط نفس
ایثار اور ہمدردی، حق پروری اور حقیقت کوشی۔ یہ سب اور
علاوہ تمام انسانی مکمل صفات تھے جو مجسّم طور پر سامنے لائے گئے۔

اس لیئے ہرگز کربلا کے واقعہ کی یادگار قائم کرنے اور اس وا
سے صحیح سبق حاصل کرنے کے تنہا مسلمان حقدار نہیں ہیں بلکہ تما
بنی نوع انسان اس واقعہ کے اہم نکات اور تعلیمات سے بہرہ مند
ہونے کا موقع رکھتے ہیں۔

حسینؑ کی ذات دنیا کے لیئے نقطۂ اتحاد ہے حسینؑ کی ذات عالم کے
مرکز اجتماع ہے حسینؑ کی ذات تمام دنیائے انسانیت کے لیئے پیغام حیات
ہے حسینؑ کی ذات تمام نسل بشری کے۔لیئے سامانِ نجات ہے۔

دنیا ہزاروں مسئلوں میں اختلاف رکھے آپس میں دست و گریباں
ہو، مگر جب شہید کربلا حسینؑ کی ہستی سامنے آئے گی یہاں آکر وہ تمام افترا
دور ہو جائیں گے یہاں اختلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ کسی مذہب
ماننے والا ہو کسی ملّت کا پیرو ہو مذہب سے کام نہیں بالکل لا مذہب

[illegible]

لحاظ کیوں نہ کیا ـــــ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ وضو سے بچا ہوا پانی

اور سر کے بال "صحابۂ کرام" کی نظروں میں نعمت غیر مترقبہ تھے۔ کیا ان صحابہ

کو مشرک اور کافر ہونے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟ تعظیم و تکریم سے متعلق ایک

روایت حضرت عمر کے صاحبزادہ عبداللہ بن عمر کی ملاحظہ ہو۔

"ابن عمر کہ نہاد دست خود را بر جای نشست گاہ آنحضرت و بعد از آن

نہاد دست را بر روئے خود۔"

(مدارج النبوۃ جلد ۱ صـ ۳۷۱ و شرح شفا ملّا علی القاری صـ ۹۸ جلد ۲ ۱۳۱۶ھ)

ابن عمر کا یہ عمل تمام کافرانہ اور مشرکانہ فتاویٰ اور عقائد کی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔

ابن عمر نے عملاً بتا دیا کہ اگر آنحضرتؐ موجود نہ ہوں تو نشست گاہِ رسالت کو چوم کر

اس کی تعظیم کر کے محبت کی تشنگی بجھائی جا سکتی ہے اس لئے ہم عزادار اگر تعزیوں، علموں

اور پنجوں کو بوسہ دیں (نعوذ باللہ) تو برادران اسلام کو باطل اور حرام ہونے کا فتویٰ

نہیں دینا چاہیئے۔ آج ہمارا یہ فعل شرک و کفر ہو سکتا ہے تو ابن عمر کا عمل کیوں

کافرانہ اور مشرکانہ نہیں۔؟

ایک دوسری روایت اسماء بنت ابی بکر کی ملاحظہ ہو "در

صحیح آمدہ کہ بیروں آوردہ اسماء بنت ابی بکر جبہ سیالسہ را و گفت کہ

این جبہ را پیغمبر پوشیدہ است و ما می شوئیم از برائے بیماراں و

شفا می جوئیم۔"

ارے بٹاؤ لوگو! بھائی پھرہاں کیجو زاری
جس روضے میں بی زہراؑ ہے جگ نستارن ہاری

اتنی موری اور سے کہیو اے بی بی دکھیاری
اک تکیے میں کالی کفنی پہنے رانڈ بچاری

کیس بکھیرے گور کے اوپر کہتی ہے دن رینا
اُٹھ چلیئے زہراؑ کے ڈیرے مورے سنگ حسینؑا

تم زہراؑ کے لاڈلے اور زہراؑ موری ساس
تم دونوں اوٹھ گئے بیٹھوں کا کے پاس

(۱۴)

سنو بٹاو لوگو! پھر تم اون قبروں پر جانا
بس کھا کر جس جائے حسنؑ نے لیئو گو ڈھکانا

پھاڑ گریباں دھول اوڑا کر رو رو یہ سنانا
بیٹھ حسنؑ کی بنتیاں رو رو سیس لگانا

اک تکیہ میں بھاگ بھی تمہری بانو غم کی ماری
سانجھ سویرے بال بکھیرے کہتی ہے بےچاری

اس تکیہ کو چھوڑ کر اوٹھ جاؤں کیت اور

ارے بٹاؤ لوگوا بھائی پھروہاں کیجو زاری
جس روضے میں بی زہراؑ ہے جگ نستارن ہاری

اتنی موری اور سے کہیو اسے بی بی دکھیاری
اک تکیے میں کالی کفنی پہنے رانڈ بچاری
کیس بکھیرے گور کے اوپر کہتی ہے دن رینا
اُٹھ چلئے زہراؑ کے ڈیرے مورے سنگ حسینؑ

تم زہراؑ کے لاڈلے اور زہراؑ موری ساس
تم دونوں اوٹھ گئے بیٹھوں کا کے پاس

(۱۴)

سنو بٹاو لوگوا پھر تم اون قبروں پر جانا
بس کہا کر جس جائے حسنؑ نے لینو گود ٹھکانا

پھاڑ گریباں دھول اوڑا کر رو رو بھر سنانا
بنت حسنؑ کی بنتیاں رو رو سیس لگانا
اک تکیہ میں بھاکھی تمہری بانو غم کی ماری
سانجھ سویرے بال بکھیرے کہتی ہے بچاری
اس تکیہ کو چھوڑ کر اوٹھ [illegible]

سب کی لائق اور مستحق تھے اس قسم کے عقائد کا ان لوگوں نے آخر پاس

لحاظ کیوں نہ کیا ـــ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ وضو سے بچا ہوا پانی

اور سر کے بال "صحابۂ کرام" کی نظروں میں نعمت غیر مترقبہ تھے۔ کیا ان صحابہ

کو مشرک اور کافر ہونے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟ تعظیم و تکریم سے متعلق ایک

روایت حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ عبد اللہ بن عمر کی ملاحظہ ہو۔

"ابن عمر کہ نہا دوست خود را بر جای نشست گاہ آنحضرت و بعد ازاں

نہاد دست را بر روے خود۔"

(مدارج النبوۃ جلد ا صدا ۳۷ و شرح شفا ملا علی القاری صد ۹۰ جلد ۲ ۱۳۱۶ھ)

ابن عمر کا یہ عمل تمام کافرانہ اور مشرکانہ فتاویٰ اور عقائد کی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔

ابن عمر نے عملاً بتا دیا کہ اگر آنحضرتؐ موجود نہ ہوں تو نشست گاہِ رسالت کو چوم کر

اس کی تعظیم کر کے محبت کی تشنگی بجھائی جا سکتی ہے اس لئے ہم عزادار اگر تعزیوں، علموں

و پنجوں کو بوسہ دیں (نعوذ باللہ) تو برادران اسلام کو باطل اور حرام ہونے کا فتویٰ

نہیں دینا چاہیئے۔ آج ہمارا یہ فعل شرک و کفر ہو سکتا ہے تو ابن عمر کا عمل کیوں

کافرانہ اور مشرکانہ نہیں۔۔؟

ایک دوسری روایت، اسماء بنت ابی بکر کی ملاحظہ ہو۔ "در

صحیح آمدہ کہ بیروں آوردہ اسماء بنت ابی بکر جبہ سیالسہ را و گفت کہ

این جبہ را پیغمبرؐ پوشیدہ است و ما می شوئیم از برائے بیماراں و

شفا می جوئیم۔"

یہ سنکر حضرت خدیجہ نے یمنی کھجور کا ایک طبق منگایا۔ آنحضرتؐ کو دعوت دی اور ان کے ساتھ اور بھی بہت سے آدمی شریک کیے۔ یہ سب نے سیر ہو کر اس کو کھایا لیکن کھجوروں کی مقدار میں کوئی کمی نہ آئی۔ حضرت خدیجہ کو ان امور نے آنحضرتؐ کی شخصیت کے متعلق غور و فکر میں ڈالدیا۔

حضرت خدیجہ کی شادی کے پیغامات کی کثرت اور کئی شادیوں کا بے رُوح افسانہ

کہا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ بن بناش بن عدی تمیمی سے ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو ہالہ سے حضرت خدیجہ کے بطن سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام ہند رکھا گیا جس نے کافی عمر پائی اور جنگ جمل میں حضرت علیؑ کی حمایت میں شہید ہوا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ابو ہالہ کی وفات ہوگئی اور دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی۔ عتیق کے صلب سے حضرت خدیجہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے بطن سے محمد مخزومی صحابی پیدا ہوئے۔ لیکن ان شادیوں کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ اور نہ ان ناموں کا دنیا کی کسی صف میں بھی نام نظر نہیں آتا۔

اس خاتون کے غلاموں اور کنیزوں کے نام اس قدر مشہور ہیں کہ تاریخ میں آسانی سے ان کی جگہ معلوم کی جا سکتی ہے لیکن ان کے شوہر اس قدر گمنام و بے نشان کہ حضرت خدیجہ کے نام کے ساتھ پہلی اور آخری بار سننے

کرنے اور مذاق اڑانے میں بڑے تیز تھے۔

اسی غیر معمولی قابلیت اور فن مناظرہ میں ید طولیٰ ہونے کی وجہ سے انھیں خلافت وقت سے شدید خطرات بھی لاحق رہے۔ جیسا کہ عموماً ارباب فکر و نظر اور آزاد خیال افراد کا حال رہتا ہے۔ امامت کے موضوع پر بحث و مباحثہ میں ان کی خاص شہرت تھی۔ ہارون رشید ان کی علمی سرگرمیوں سے بڑا خائف رہا کرتا تھا۔ کیونکہ انھوں نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے ارباب فکر و دانش کو لاجواب کر دیا تھا۔

بغداد میں جو بزم مباحثہ منعقد ہوا کرتی تھی اس کے صدر یہی ہشام ہوا کرتے تھے یحییٰ انکی بڑی حمایت کرتا اور فضا ان کے لئے سازگار بنائے رکھتا کیونکہ یہ یحییٰ کے مخصوصین سے تھے۔ مگر پھر یحییٰ اور ہشام میں ان بن ہو گئی۔ چند مسائل میں اختلافات کی وجہ سے یحییٰ نے ہشام کی حمایت ترک کر دی۔ اس یحییٰ کی بزم میں ایک مرتبہ مسئلہ امامت پر بحث چھڑی۔ گرما گرمی سے مناظرہ ہوا۔ ہشام سب پر غالب رہے۔ ہارون رشید ساری گفتگو پردے کے پیچھے سے سن رہا تھا۔ اس نے بگڑ کر کہا۔ ہشام کی زبان جو کاری وار کرتی ہے وہ ہزار تلواریں نہیں کر سکتیں۔"

ہشام کا زمانہ

اسلامی علوم و فنون میں کلام ایک مشہور اور معرکۃ الآرا علم ہے جس

انسان ہو، طبیعی ہو، نیچری ہو، دہریہ ہو، بدھی ہو، جین ہو اگر سینہ میں انسان کا
اور دل میں احساس رکھتا ہے تو واقعۂ کربلا سے متاثر ہوئے بغیر
نہیں رہ سکتا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کی ذات تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ شیعوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں مسلمانوں کو حق نہیں وہ یہ کہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں حقیقۃً حسینؑ تمام دنیائے انسانیت کے ہیں۔ انھوں نے وہ کام کیا جس نے مٹتی ہوئی انسانیت کے نقوش کو ابھار دیا، جس نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئے سرے سے زندہ کر دیا، جس نے انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہونچا دیا۔ انھوں نے اپنی جان دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ نمونہ قائم کر دیا جس کی پیروی ہمیشہ کے لیے معیار انسانیت رہے گی۔

یقیناً ایسے اہم واقعہ کی یادگار قائم کرنا ہر اس صورت سے جو اس واقعہ کی یاد باقی رکھنے میں مفید ثابت ہو سکے ایک اہم انسانی فرض ہے۔ کربلا میں جس طرح حسینؑ بن علیؑ کے ساتھی انسانوں نے وہ کارنمایاں کیے جس کی مثال صفحۂ تاریخ پر نہیں مل سکتی اسی طرح دوسرے ذی روح مخلوق یعنی جانور کو بھی یہ فخر ہے کہ اس نے اخلاص و وفا

حضرت ابوبکر کی صاجزادی اسماء کا یہ عمل ملاحظہ کیجئے کہ وہ آنحضرتؐ کے کرتے کو دھو کر بیماروں کو شفایابی کے لیے استعمال کراتی ہیں۔ کوئی مفتی ہے جو اس عمل کو کفر، شرک اور باطل کہہ سکے؟ کیا مخالفین عزاداری یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ صحابہ اور صحابیات کو بھی توحید کی راہ نہیں دستیاب ہو سکی تھی کیا یہ حضرات شیعہ اور رافضی تھے۔؟ اگر نہیں تو ماننا چاہیئے کہ ہم عزاداران حسینؑ کا کوئی فعل ناجائز اور غیر شروع نہیں ہے۔

تفاوت رہ..... اب تک ہم نے جن حوالوں کو پیش کیا ہے ان کا تعلق صدر اول کے مسلمانوں کے اعمال و کردار سے تھا۔

اہلبیتؑ اور شیعہ دشمنی ممکن ہے ان مبلغین کو آج سے چودہ سو برس قبل کے واقعات کے دیکھنے کا موقع نہ دیں یا ان حقائق کی کوئی شنوائی ان مسلمانوں کے نزدیک نہ ہو کیونکہ ان سے مخالفین عزاداری کے پندار مجروح ہوتے ہیں۔ اس لئے آئیے میں چند دنوں قبل کے ان حقائق کو پیش کروں جن سے شائد کوئی مسلمان انکار نہ کر سکے۔

کم سے کم ہندوستان کا وہ کون باخبر مسلمان ہے جو مولانا حسین احمد صاحب ٹانڈوی عرف مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی شخصیت اور نامی گرامی ذات سے واقف نہیں۔ خود مولانا کا عمل کیا رہا ہے ذیل کی تحریروں میں پڑھئے۔

(۱) "حضرت (ٹانڈوی) کی خواہش کے موافق اس تولیہ کی

نہیں حسنؑ بانو کہتی تھی جب تم کہاوت لیوے
اور قاسمؑ بنڑے کے ناتے سمدھی لاگت مورے
سو یہ دو ناتے لے گئے سکھ اور برہت مورے
تم جنت میں سو رہے یہاں نینا برست مورے
نیند نہ آوے غم کے مارے دل اندر سے پکیا
ماٹی موکو بچھونا ہے، ہے گور سرہانے تکیا
ہوں تمہری واری گئی، تنک حسنؑ جی آؤ
جہاں تمہارا بیر ہے ہاتھ پکڑ لے جاؤ

(۱۶)

اتنی باتیں کہہ کر بانو جب رو رو چلائی
گلے لگا کر زینبؑ یوں بولی سن اصغرؑ کی مائی
رونے سے کچھ ہاتھ نہ آوے ہوتی ہے رسوائی
جس تن لاگے سو ہی جانے کس کی بیر برائی
ایسا کون ہمارا والی جو کھبر یا لیوے
اہلِ حرمؑ کے بند چھڑا کر اک اک چادر دیوے
پوچھن ہارے سب موئے رہ گئے عابدؑ لال

نہیں حسنؑ بانو کہتی تھی جیٹھ کہاوت موہے
اور قاسمؑ بنڑے کے ناتے سمدھی لاگت مورے
سو یہ دونا تے لے گئے سکھ اور برت موہے
تم جنت میں سو رہے یہاں نینا برست مورے
نیند نہ آوے غم کے مارے دل اندر سے پکیا
ماٹی موکو بچھونا ہے، ہے گور سرہانے تکیا
ہوں تمھری واری گئی تنک حسنؑ جی آؤ
جہاں تمھارا بیر ہے ہاتھ پکڑ لے جاؤ

(۱۶)

اتنی باتیں کہہ کر بانو جب رو رو چلائی
گلے لگا کر زینبؓ یوں بولی سن اصغرؑ کی مائی
رونے سے کچھ ہاتھ نہ آوے ہوتی ہے رسوائی
جس تن لاگے سو ہی جانے کس کی بیر پرائی
ایسا کون ہمارا والی جو پھیر کھبریا لیوے
اہلِ حرمؑ کے بند چھڑا کر اک اک چادر دیوے
پوچھن ہارے سب ہوئے رہ گئے عابدؑ لال

حضرت ابو بکر [illegible] ہے کہ وہ حضرت کے
کرتے کو دھو کر بیماروں کو شفا یابی کے لیے استعمال کراتی ہیں۔ کوئی مفتی ہے
جو اس عمل کو کفر، شرک اور باطل کہہ سکے؟ کیا مخالفین عزاداری یہ باور کرانا
چاہتے ہیں کہ صحابہ اور صحابیات کو بھی توحید کی راہ نہیں دستیاب ہو سکی تھی
کیا یہ حضرات شیعہ اور رافضی تھے۔؟ اگر نہیں تو ماننا چاہیئے کہ ہم عزاداران
حسینؑ کا کوئی فعل ناجائز اور غیر مشروع نہیں ہے۔

تفاوت رہ.... اب تک ہم نے جن حوالوں کو پیش کیا ہے ان کا تعلق
صدر اول کے مسلمانوں کے اعمال و کردار سے تھا۔
اہلبیتؑ اور شیعہ دشمنی ممکن ہے ان مبلغین کو آج سے چودہ سو برس قبل کے
واقعات کے دیکھنے کا موقع نہ دیں یا ان حقائق کی کوئی شنوائی ان مسلمانوں
کے نزدیک نہ ہو کیونکہ ان سے مخالفین عزاداری کے پندار مجروح ہوتے
ہیں۔ اس لئے آئیے میں چند دنوں قبل کے ان حقائق کو پیش کروں جن سے
شاید کوئی مسلمان انکار نہ کر سکے۔

کم سے کم ہندوستان کا وہ کون با خبر مسلمان ہے جو مولانا حسین احمد
صاحب ٹانڈوی عرف مدنی سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی شخصیت
اور نامی گرامی ذات سے واقف نہیں۔ خود مولانا کا عمل کیا رہا ہے ذیل کی
تحریروں میں پڑھئے۔

(۱) "حضرت (ٹانڈوی) کی خواہش کے موافق اس تولیہ کی

فرضی شوہروں کی شخصیت اس قدر اندھیرے میں ہے کہ ان کی زندگی کا کوئی
نقش ہی نظر نہیں آتا۔ اور حضرت خدیجہ سے آنحضرتؐ سے اتنی لمبی عمر میں شادی
یہ سب افسانہ ہی افسانہ ہے۔

روشن فکر و وسیع نظر نقاد علماء عرصۂ دراز سے اس کی صحت کا انکار
کر رہے ہیں۔ علامہ شیخ مفید۔ شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ۔ شیخ ابو جعفر طوسی
اور علامہ ابن شہر آشوب وغیرہ نے اپنی کتابوں میں دعویٰ کیا ہے کہ فخر مریمؑ
ہو ام المومنین حضرت خدیجہ کی شادی آنحضرتؐ سے ہوئی تو وہ کنواری تھیں۔

تمام پرانی اور نئی تاریخیں باتفاق کہتی ہیں کہ نامور سرداران مکہ اور
رؤسا ان سے رشتے کے آرزومند تھے لیکن وہ کوئی دھیان نہ دیتیں
کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ جب وہ بن بیاہی تھیں تو ابو ہالہ اور عتیق ایسے
لوگوں سے شادی پر رضامند ہو گئیں اور جب صاحب اولاد ہو گئیں،
بیوہ ہو گئیں اور عمر ڈھل گئی تو مکہ کے چوٹی کے سردار بھی ان کی آنکھ میں
نہ سمائے۔

طاہرہ وامین کا قرانِ سعدین

ایک دن عید کے موقع پر قریش کی لڑکیاں خوشیاں منا رہی تھیں۔

علوم دینیہ اسلامیہ میں مہارت نامہ حاصل کرنے کے بعد مخالفین کے علوم عقلیہ و نقلیہ
کو حاصل کر کے مخالفین اسلام ملحدین فلسفیین یہود و نصاریٰ صابین و مجوسین
وغیرہم کے مقابلہ میں اتنے کارہائے نمایاں اور خدمات جلیلہ انجام دیئے کہ
ان سب کا مجموعہ اسلام کی حفاظت کے لئے ایک ناقابل تسخیر بلکہ مہیب قلعہ
اور وہ سروں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنے کا زبردست ہتھیار ہوگیا۔

خلفائے عباسیہ اور ان کی دولت نے بڑی مستعدی کے ساتھ اس کی
حمایت کی اور اس کو برابر ترقی دیتے رہے۔ ہشام کا زمانہ علم کلام کے
شباب کا زمانہ اور بحث مباحثہ کے لحاظ سے بہت تابناک دور تھا۔ مناظرہ کے
لئے خاص خاص جلسے ہوتے۔ جس میں دور دور سے لوگ آکر حصّہ لیتے اور اپنی
قوت بحث و استدلال کا مظاہرہ کرنے کے لئے شریک ہوتے۔ خصوصیت
کے ساتھ امامت کے بارے میں اس لئے کہ یہی وہ بنیادی چیز تھی جس کے
ذریعہ خلیفہ وقت شریعت کے رو سے بندگان خدا اور شہروں پر اپنا
اقتدار صحیح قرار دے سکتے۔ اور اپنے کو واجب الاطاعت حاکم منوا سکتے
تھے۔

شاہان بنی امیہ و بنی عباس نے پوری کوشش کی تھی کہ امامت کو علم
کلام سے الگ رکھا جائے۔ اس کے متعلق علماء بحث و مباحثہ سے باز رہیں
ورنہ اس طرح خطرہ تھا کہ شیعوں کا عقیدہ امامت لوگوں کے دلوں میں گھر

... جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔

وہ حسینؑ کا گھوڑا، جو "ذوالجناح" کے نام سے موسوم تھا اس نے اپنے مالک کا ساتھ اس آخری وقت تک دیا جب کہ کوئی معین و مددگار کوئی خبرگیر و خبر رساں باقی نہ تھا۔

کسے نہیں معلوم کہ کربلا میں فرزند رسولؐ کے لیے پانی کا قحط ہو گیا تھا بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے جس میں علی اصغرؑ کا سا شیر خوار بھی ہو لب تر کرنے کے لیے پانی نہ موجود ہو تو گھوڑے پانی سے سیراب کیے جا سکتے ہوں گے؟

ہرگز نہیں، اگر بچوں کے لیے سب سے آخری قطرہ پینے کے پانی کا صرف ہو سکتا ہے تو گھوڑے اس کے قبل سے پیاسے ہوں گے۔ اس کے بعد صبح سے سہ پہر کے وقت تک برابر سید الشہداؑ کو عرب کی تیز دھوپ، گرم ہوا میں خیمہ گاہ سے میدان جنگ تک (جو کافی دور تھا) آنا اور جانا، ہر عزیز کی رخصت کے وقت خیمہ کے پاس ہونا، اور جانکنی کے وقت میدان جنگ میں اس کے سرہانے، یہ تمام آمد و رفت گھوڑے کی پشت ہی پر ہوتی تھی۔ پھر حملے، لڑائی اور وہ قیامت خیز لڑائی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے۔

صبح سے پہلے آغاز جنگ تیروں کی بارش ہی سے ہوا تھا

زیادہ عزیز تھے قلب کی جانب پیوست کر کے کفنا دیا گیا"

(خون کے آنسو طبع الہ آباد صـ ۲۴۲)

کیا اس واقعہ سے تبرکات کی عظمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور کیا خاک شفا، ذوالجناح اور تابوت کی چادروں کا اب بھی مذاق اڑانا کسی کے لئے جائز ہے کیا شرم و غیرت اور اسلامی حیا اس کی اجازت دیتے ہیں۔؟

(۲) "چودھری صاحب مرحوم نے حضرت مدنی کی مستعمل لاٹھی کی فرمائش کی تھی۔ لاٹھی سے اس طرف اشارہ ہے بزرگوں کے تبرکات پر سلف صالحین کا عمل درآمد ہے۔"

(خون کے آنسو صـ ۲۷۲)

(۳) "زائرین و معتقدین دور دراز مقامات سے آ کر مسجد کے کونہ کونہ میں بکھرے رہتے تھے ظہر کی نماز کے بعد حضرت ٹانڈوی کا یہ معمول ہوتا کہ مصلے کے ارد گرد رکھے ہوئے پانی کی بوتلوں اور شیشیوں پر دم کرتے۔ بعد ازاں لوگوں کی درخواستیں پڑھ کر ان کی حاجتیں دعا و تعویذ وغیرہ سے متعلق پوری کرتے۔"

(خون کے آنسو صـ ۲۳۳)

فرمایئے کیا اب بھی محرم کے نذر و نیاز، کھچڑے، شربت اور دوسری چیزوں کا مذاق اڑانا روا ہے۔؟ حضرت مولانا کو چاہیئے تھا کہ اپنے مریدوں سے

بانو زینبؑ جوں جوں رووین یوں کلثومؑ پکارے
مجھ دکھیا کو چھوڑ حسینا کیدھر جائے بسارے

گھروالی عباسؑ کی کہتی دونوں ہاتھ پسارے
سیاں مورا کھوے کٹا کر جو جھاندی کنارے

ماں بہنوں کو دیکھ پکاری قاسمؑ جی کی دولہن
دولہا مورا سہرے کی لڑیں سنگ کٹا کر گردن

سن عابدؑ نے یوں کہا اے بہنی مت رو
ابھی رین ہے کاٹنی بھور بھئے کا ہو

(۱۸)

ارے مجاں رو کر بیٹھو دا بچی دکھیا ری
جاکا نام سکینہؑ بی بی ابن علیؑ کی پیاری

عابدؑ لاگے دیکھنے کانن سوتی تھی بے چاری
ماں بہنیں پوچھیں کا رونا شن کو چونک پکاری

اے بابا تم کت سووت ہو موکو نیند نہ آوے
کانن کے دردن کے مارے گردن مور پراوے

تھپکی دے بہلائے کے، عابدؑ بولے پاس

بانو زینبؑ جوں جوں رو دیں یوں کلثومؑ پکارے

مجھ دکھیا کو چھوڑ حسینا کیدھر جائے بسارے

گھر والی عباسؑ کی کہتی دونوں ہاتھ پسارے

سیاں مورا کھوے کٹا کر جو جھاندی کنارے

ماں بہنوں کو دیکھ پکاری قاسمؑ جی کی دولہن

دولہا مورا سہرے کی لڑیں سنگ کٹا کر گردن

سن عابدؑ نے یوں کہا اے بہنی مت رو

ابھی رین ہے کاٹنی بھور بھئے کا ہو

(۱۸)

اے مجاں رو کر بیٹھ وا بچی دکھیا ری

جا کا نام سکینہؑ بی بی ابن علیؑ کی پیاری

عابدؑ لاگے دیکھنے کانن سوتی تھی بے چاری

ماں بہنیں پھوپھیں کا رونا سن کو چونک پکاری

اے بابا تم کت سووت ہو مو کو نیند نہ آوے

کانن کے دردن کے مارے گردن مورا پراوے

تھپکی دے

زیادہ عزیز تھے قلب کی جانب پیوست کر کے کفنا دیا گیا۔"

(خون کے آنسو طبع الہ آباد ص ۲۴۲)

کیا اس واقعہ سے تبرکات کی عظمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور کیا خاک شفا، ذوالجناح اور تابوت کی چادروں کا اب بھی مذاق اڑانا کسی کے لئے جائز ہے کیا شرم وغیرت اور اسلامی حیا اس کی اجازت دیتے ہیں؟

(۲) "چودھری صاحب مرحوم نے حضرت مدنی کی مستعمل لاٹھی کی فرمائش کی تھی۔ لاٹھی سے اس طرف اشارہ ہے بزرگوں کے تبرکات پر سلف صالحین کا عمل درآمد ہے۔"

(خون کے آنسو ص ۲۷۲)

(۳) "زائرین و معتقدین دور دراز مقامات سے آکر مسجد کے کونہ کونہ میں بھرے رہتے تھے ظہر کی نماز کے بعد حضرت ٹانڈوی کا یہ معمول ہوتا کہ مصلے کے ارد گرد رکھے ہوئے پانی کی بوتلوں اور شیشیوں پر دم کرتے۔ بعد ازاں لوگوں کی درخواستیں پڑھ کر ان کی حاجتیں دعا و تعویذ وغیرہ سے متعلق پوری کرتے۔"

(خون کے آنسو ص ۲۳۳)

فرمایئے کیا اب بھی محرم کے نذر و نیاز، کھچڑے، شربت اور دوسری چیزوں کا مذاق اڑانا روا ہے۔؟ حضرت مولانا کو چاہیئے تھا کہ اپنے مریدوں سے

باوری کرے اس کا شریکِ زندگی بن جائے۔ لڑکیاں شرما گئیں بعض لڑکیوں
نے اتنا برا مانا کہ اس پر کنکریاں پھینکیں۔ حضرت خدیجہ کا خمیر متانت و سنجیدگی
سے بنا تھا۔ نبی و رسول کے لفظ سے ان کے کان نا آشنا نہ تھے۔ اپنے
چچیرے بھائی ورقہ سے نبی منتظر کا ذکر وہ سنتی رہتی تھیں۔ ورقہ کے کہنے کی اس
منادی نے تصدیق کر دی۔

حضرت خدیجہ نے خواب بھی دیکھا میرے گھر میں آسمان سے سورج اترا
ہے اور اس کی روشنی سے "مکہ" کے تمام گھر اور وادی جگمگا اٹھے۔ حضرت خدیجہ
نے ورقہ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ ورقہ تعبیر خواب کے ماہر تھے۔ انھوں
نے تعبیر دی کہ تمھاری شادی ایک ایسے شخص سے ہوگی جسے اللہ نبوت
کے عہدہ سے سرفراز فرمائے گا۔

ابھی تک خدیجہ کے ذہن میں نبی منتظر کی اتنی صاف تصویر نہیں ہے کہ
اگر خارج میں اسے دیکھیں تو پہچان لیں لیکن جب وہ آنحضرتؐ کی راستبازی اور
خداپرستی کے چرچے لوگوں سے سنتیں تو سوچ میں پڑ جاتیں کہ کیا یہ وہی شخص
تو نہیں ہیں جس کی آمد کی اہل بصیرت بشارت دے چکے ہیں۔

نفیسہ بنت منیہ بن جابر بن وہب سے حضرت خدیجہ کے دوستانہ
تعلقات تھے ان کے گھر ان کی آمد و رفت بہت تھی، جب انھوں نے
دیکھا کہ سرداران قبائل اور ارباب دولت کے پیغام انھوں نے رد کر دیے

موضوع اور ہر اصل پر مخالفین سے بحث کرتے۔ جب امامت کی بحث چھڑ جاتی تو کبھی علانیہ اپنے استدلالات پیش کرتے اور اگر خلیفہ کے عتاب کا خوف لاحق ہوتا تو اشاروں اشاروں میں کہہ جاتے۔

چونکہ ہشام علمی تفوق، قوت استدلال، حاضر جوابی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت میں کافی مشہور تھے۔ ہر بزم میں ان کا چرچا اور تذکرہ رہنے لگا اس وجہ سے ان کے دشمنوں نے ان کی طرف بہت سی ناسزا باتیں منسوب کردیں جن کا ہشام کے معتقدات سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس لئے کہ اس زمانہ کے عوام خلفاء کے طرفداروں میں تھے۔ مروجہ خلافت ان کے لئے دینی و مذہبی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ اس کے خلاف کسی قسم کی دلیل سننے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ لہذا جب ہشام نے اس خلافت کے تار و پود بکھیرے اور ائمہ اثنا عشر کی امامت پر ایسے ایسے دلائل پیش کئے جن کا جواب دینے کسی سے بن نہ پڑا تو لوگوں نے ان پر نت نئی تہمتیں لگائیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ ہم عنقریب ان تہمتوں کا ذکر کریں گے۔

ہشام کے اساتذہ اور شاگرد

ہشام نے علم فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ امام جعفر صادقؑ سے حاصل کیا۔ اور جب سے سن رشد کو پہنچے آپ ہی سے وابستہ رہے۔ آپ سے بہت سی حدیثیں روایت کیں۔

اس کے بعد ظہر سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جب تمام یزیدی فوج نے مجموعی طور پر تیروں کی بارش کی ہے اور ہزاروں تیروں کی باڑھیں ایک ساتھ چلی ہیں تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی زد گھوڑوں ہی پر ہوئی تھی۔ چنانچہ فوج حسینی کے زیادہ گھوڑے اس میں پے ہو گئے اور اکثر سوار پیادہ ہو گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت "ذوالجناح" کو کوئی زخم نہیں آیا۔

وہ وقت کہ جب ہزاروں کی فوج کے سیلاب میں ایک تنہا حسینؑ ڈوبتے تھے اور دشمنوں کو منتشر کر کے باہر آتے تھے نیزوں کے حملے بھی تھے اور تلواریں بھی، تیر بھی تھے اور تبر بھی اس وقت کیا گھوڑا حسینؑ کا محفوظ تھا؟ اور کیا دشمنوں کے گھبرائے ہوئے حربے جو بیتابی کے عالم میں بڑھتے تھے وہ مرکب کو صاف بچا لے جاتے تھے؟

جنگ کا واقف کار یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں گھوڑا حسینؑ کا ایک بہادر جاں نثار اور ایک وفاشعار معین و مددگار کا کام انجام دے رہا تھا۔ وہ یقیناً دشمنوں کو زد پر لاتا تھا، وار خالی کرتا تھا اور گرے ہوئے دشمن کو روندتا بھی تھا اور شکستہ بھی کرتا تھا۔

کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ میں اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہوں
اور میں تمہاری حاجتیں کس طرح پوری کروں یا ان کو خدا کے سامنے کیونکر پیش
کروں اس لئے کہ جو کچھ میرے پاس طاقت و قوت روحانی ہے ویسی ہی تو "ہر صبی و مجنون
بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" اس لئے کہ جب یہ چیزیں ہادی عالم ﷺ
کے لئے معاذ اللہ ثابت ہیں (دیکھئے اشرف علی صاحب تھانوی کی حفظ الایمان مطبوعہ
مطبع انتظامی طبع سنہ ۱۹۱۳ء صہ ۱۸) تو میں کس شمار قطار میں ہوں"
مگر حضرت مدنی نے ایسا نہیں فرمایا سب کو تعویذ دیتے، سب کی حاجتیں
پوری کرتے اور سب کی بوتلوں اور شیشیوں پر دم مارتے تھے۔

علماء دیوبند آنحضرت ﷺ کے استاد؟

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو ایک وحشت ناک خبر بھی
سنتے چلئے:۔

"ایک مرد صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں
مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام
کہاں سے آ گیا آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے
ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔"
(خون کے آنسو صہ ۲۱۵ و براہین قاطعہ طبع جمال پریس دہلی صہ ۲۶ سنہ ۱۳۶۵ھ)
کسی کے خواب و خیال کے مذاق اڑانے کا ہمیں کوئی حق نہیں اس لئے ہم
کف لسان سے کام لیتے ہوئے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب آپ حضرات

چین کہاں آوت تھا اکو اُڈھ بیٹھی وہ بالی
عابدؔ جوں جوں بہلاوت ہر جاوت ناہ سنبھالی
بیاکل ہو ہو ہے ہے کہتی بابا مورے والی
گودی میں بٹھلا کے مو کو کرتے تھے خوشیالی
اب اپنی چھاتی سے بابا مجھ کو کیا نرالا
ایسی کیا تقصیر ہوئی جو بن میں لا کر ڈالا
مجھ بالی کی بالیاں لے گئے لوٹ غنیم
خالی کان رو رہی تم بن بھئی یتیم

(۲۰)

چاچا جی نے پانی کارن اودھر جیا کھپایا
ایدھر تم نے مورے کارن پیاسا گلا کٹایا
عابدؔ کو ظالم لوگوانے بندھوا کر بٹھلایا
تس پر مجھ بالی بچی کو بن پانی ترسایا
اب تک پیاسی مرتی ہوں بابا پیاس بجھاؤ
کوثر سے اک پیالہ بھر کر مو کو لا پلواؤ
کیا کروں کاسے کہوں نکست ناہیں جان
اک بھوک پیاس کی دوجے دکھتے کان

چین کہاں آوت تھاد اکو اد کھ بھیجی وہ بالی
عابد جوں جوں بہلاوت ہے کر جادت ناہ سنبھالی
بیاکل ہو ہو ہے ہے کہتی بابا مورے والی
گودی میں بٹھلا کے موکو کرتے تھے خوشیالی
اب اپنی چھاتی سے بابا مجھ کو کیا نرالا
ایسی کیا تقصیر ہوئی جو بن میں لا کر ڈالا
مجھ بالی کی بالیاں لے گئے لوٹ غنیم
خالی کانن رو رہی تم بن بھئی یتیم

(۲۰)

چاچا جی نے پانی کارن اودھر جیا کھپایا
ایدھر تم نے مورے کارن پیاسا گلا کٹایا
عابد کو ظالم لوگوا نے بندھوا کر بٹھلایا
تس پر مجھ بالی بچی کو بن پانی ترسایا
اب تک پیاسی مرتی ہوں بابا پیاس بجھاؤ
کوثر سے اک پیالہ بھر کر موکو لا پلواؤ
کیا کہوں کا سے کہوں نکست ناہیں جان

کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ میں "اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل" ہوں
اور میں تمہاری حاجتیں کس طرح پوری کروں یا ان کو خدا کے سامنے کیونکر پیش
کروں اس لئے کہ جو کچھ میرے پاس طاقت وقوت روحانی ہے وہی تو "ہر بچہ مجنون
بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے" اس لئے کہ جب یہ چیزیں ہادیٔ عالم
کے لئے معاذ اللہ ثابت ہیں (دیکھئے اشرف علی صاحب تھانوی کی حفظ الایمان مطبوعہ
مطبع انتظامی طبع سنہ ۱۹۱۳ء صـ ۱۸) تو میں کس شمار قطار میں ہوں۔"
مگر حضرت مدنی نے ایسا نہیں فرمایا سب کو تعویذ دیتے ، سب کی حاجتیں
پوری کرتے اور سب کی بوتلوں اور شیشیوں پر دم مارتے تھے۔

علماء دیوبند آنحضرتؐ کے استاد؟ | جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو ایک وحشت ناک خبر بھی

سنتے چلئے :۔

"ایک مرد صالح فخر عالم علیہ السّلام کی زیارت سے خواب میں
مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام
کہاں سے آگیا آپ تو عربی ہیں ؟ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے
ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی ۔"

(خون کے آنسو صـ ۲۱۵ ، براہین قاطعہ طبع حمال پریس دہلی صـ ۲۶ سنہ ۱۳۶۵ھ)

کسی کے خواب وخیال کے مذاق اڑانے کا ہمیں کوئی حق نہیں اس لئے ہم
کفِ لسان سے کام لیتے ہوئے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب آپ حضرات

دیانت و امانت اور پرہیزگاری و خدمتِ خلق کا اعتراف مکّہ کے ہر طبقے کے لوگوں کو تھا۔ نفیسہ نے محسوس کیا کہ وہ اس رشتے کو پسند کرتی ہیں۔

اس کے بعد وہ آنحضرتؐ کے پاس آئیں اور باتوں باتوں میں کہا آپ اپنے لئے کسی شریکِ حیات کا انتخاب کیوں نہیں کر لیتے۔ آپ نے فرمایا ابھی میری حالت قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ نفیسہ نے کہا اگر آپ کو ایسی بیوی ملے جو خوش جمال اور فارغ البال بھی ہو تو کیا آپ اسے اپنی شریکِ حیات بنانا پسند کریں گے۔؟

آپ نے فرمایا وہ کون ہے۔؟ نفیسہ نے کہا خدیجہ بنت خویلد آنحضرتؐ نے فرمایا وہ کتنے سرداران قبائل کے پیغامات رد کر چکی ہیں بھلا مجھ سے شادی پر کیوں راضی ہونے لگیں۔ نفیسہ نے کہا سرداران قبائل کا آپ سے کیا مقابلہ۔ وہ آپ کی قدر دان ہیں اور آپ ہی کو سب سے بڑا آدمی سمجھتی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے بھی یہ رشتہ پسند ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنے عم نامدار حضرت ابو طالبؑ سے مشورہ کیا۔ دونوں طرف تاریخ عقد مقرر ہو گئی۔ ملا معین کاشفی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ نے اپنا گھر شاہانہ طور طریقے سے آراستہ کیا تھا۔ اور ملازمین کو زر و جواہر سے لبالب طشت دیئے تھے کہ جب آنحضرتؐ تشریف لائیں تو انھیں ان پر نثار کر دیں۔ مزید یہ کہ انھوں نے اس رشتے کی

بعد امام موسی کاظمؑ کے خواص میں داخل ہو گئے۔ رہ گئے ان کے تلامذہ تو انکی تعداد بے شمار ان کے شاگردوں کی روائیتیں فقہ و حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جیسے نصر بن سوید، صیرفی کوفی جو امام موسی کاظمؑ کے تلامذہ میں سے بھی تھے۔ صداقت اور صحت حدیث میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ نشیط بن صالح عجلی یہ بھی امام جعفر صادقؑ و امام موسی کاظم کے شاگردوں میں تھے۔ یونس بن عبدالرحمان مولیٰ آل یقطین امام موسی کاظم و امام رضا کے اصحاب میں سے تھے ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں جن کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

ہشام کے مولفات

ہشام بن حکم نے مختلف علوم میں بہت سی کتابیں لکھیں جن کا ابن ندیم نے اپنی الفہرست میں ذکر کیا ہے۔ (۱) کتاب الامامۃ (۲) کتاب الدلالات علی حدوث الاشیاء (چیزوں کے حادث ہونے پر دلیلیں) (۳) بت پرستوں کی رد میں ایک کتاب (۴) ہشام جوالیقی کی رد میں ایک کتاب (۵) ملاحدین کی رد میں ایک کتاب (۶) کتاب الشیخ والغلام (۷) کتاب التدبیر۔ (۸) کتاب المیزان (۹) ان لوگوں کی رد میں ایک کتاب جو افضل کے رہتے ہوئے مفضول کی امامت کے قائل ہیں (۱۰) کتاب اختلاف الناس فی الامامۃ (امامت کے متعلق لوگوں کے اختلافات) (۱۱) کتاب الوصیۃ (۱۲) کتاب الجبر والقدر

کی پیاس، اس کے سینہ کا التہاب، اس کے جگر کی سوزش اس
کے احساس سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر وہ وقت یادگار ہے
جب فوج سے میدان صاف ہوا، فرات کا دامن بالکل خالی
ہو گیا حسینؑ نہر کے قریب آئے۔ گھوڑا اپنا نہر میں ڈال دیا اور
یہ کہا یا اپنے طرز عمل سے ثابت کیا کہ "اے میرے باوفا تو بہت
پیاسا ہو گا یہ پانی موجود ہے اپنی پیاس بجھا لے"۔ اس وقت
کوئی نہیں، فرات کی موجیں گواہی دیں گی، ساحل فرات شہادت
دے گا کہ گھوڑے نے اپنی گردن اٹھالی تھی، اپنا سر بلند کر لیا
تھا، اپنا منہ بند کر لیا تھا، مطلب یہ تھا کہ میں ہرگز پانی نہیں
پیوں گا، جب تک آپ اس پانی سے سیراب نہ ہوں گے۔
حسینؑ نہر سے باہر نکل آئے اور گھوڑا بھی پیاسا نکلا۔

اب وہ وقت آیا کہ جب گھوڑے کی تمام کوشش جنگ ختم
ہو چکی، جب اس کی پشت اس کے راکب سے خالی ہو گئی، جب
اس کے مالک کو چاروں طرف سے خون آشام دشمنوں کی تلواروں

شکوہ ہے اور نہ شکایت۔ اب تو ہم عزاداروں کی اصلاح کا آپ کو حق ہے
مگر گزارش ہے کہ پہلے دنیا کے سارے غیر شرعی امور کی تبلیغ سے فرصت حاصل کر لیجئے
تو ہماری طرف زحمت تشریف آوری گوارا فرمائیے لیکن یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ عزاداری
شیعوں کے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے، جب عزاداری ہماری زندگی ہے
تو کیا آپ اس پر پابندی عائد کر کے ہمارا گلا گھونٹنا چاہتے ہیں، ہم سے سرچشمۂ حیات
چھیننا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے خزانۂ حیات پر ڈاکہ ڈالنے کی ناکام کوشش
کرتے ہیں۔؟

ہم سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتے۔

گریہ کی اہمیت

اس موضوع پر اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید لکھنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی لیکن معترضین ہیں کہ انھیں تشفی ہی نہیں ہوتی ۔۔ عزاداری سے اگر "گریہ" کو نکال دیا جائے تو عزاداری ایک لایعنی شے ہو کر رہ جائے شاید اسی لئے مخالفین عزا کی طرف سے گریہ کے خلاف کفر و شرک کے فتویٰ تک دے دئے گئے۔ لیکن جب تک تاریخ کے دامن میں جناب آدمؑ، جناب شعیبؑ، جناب نوحؑ، جناب یعقوبؑ، جناب سیدہ زہراؑ اور جناب امام زین العابدین علیہم السّلام کے تذکرے موجود ہیں اس وقت تک حسین بن علیؑ پر رونے والوں کو کوئی پریشانی نہیں۔

"گریہ" سے متعلق احادیث پر بیگانوں کو تو اعتراض تھا ہی اب وقت وہ

کیسے آئے بابا ہم کو آج بچھڑ کر چینا
چھاتی اوپر اپنی مجھ کو رکھتے دن رینا

میں گودی میں ہنس ہنس کہتی بابا جان حسینؑا
بول سکینہؑ بی بی کہکر کرتے تھے یہ بینا

تب تم اپنے من کے بھیتر پھولے ناہ سماتے
گلے لگا بہلا کر مورے سر پر ہاتھ پھراتے

ناجانو اب کیا ہوا بابا تمہرا پیار
آج بھئی ہوں سدھ نا لینی ایسے گئے بسار

(۲۲)

اے بابا کیا روٹھ گئے ہو کیسی جی پر ٹھانی
اب لگ مورے پاس نہ آئے رو رو بھئی دوانی

جوں جوں موکو پیاس لگت ہے جاوت ہوں گھبرانی
جان چلی جاوت ہے بابا تنک پیا دو پانی

جیبھ جدی اینٹھت ہے منہ میں ہونٹھ جدی پیرائے
نیر لگا نینن کا ڈھرنے تو بھی خبر نہ آئے

جو تم اب اس حال میں تنک کرو گے دیر

کیسے آئے بابا ہم کو آج بچھڑ کر چینا
چھاتی اوپر اپنی مجھ کو رکھتے دن رینا
یہ گودی ہیں ہنس ہنس کہتی باباجان حسینا
بول سکینہ بی بی کہکر کرتے تھے یہ بینا
تب تم اپنے من کے بھیتر پھولے ناہ سماتے
گلے لگا بہلا کر مورے سر پر ہاتھ پھراتے
ناجانو اب کیا ہوا بابا تمھرا پیار
آج بھئی ہوں سدھ نا لینی ایسے گئے بسار

(۲۲)

اے بابا کیا روٹھ گئے ہو کیسی جی پر ٹھانی
اب لگ مورے پاس نہ آئے رو رو بھئی دوانی
جوں جوں موکو پیاس لگت ہے جاوت ہوں گھبرانی
جان چلی جاوت ہے بابا تنک پیا دو پانی
جیبھ جدی اٹھت ہے منھ میں ہونٹھ جدی پرائے
نیر لگا نینن کا ڈھرنے تو بھی خبر نہ آئے

مگر گزارش ہے کہ پہلے دنیا کے سارے غیر شرعی امور کی تبلیغ سے فرصت حاصل کر لیجئے تو ہماری طرف زحمت تشریف آوری گوارا فرمائیے لیکن یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ عزاداری شیعوں کے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے، جب عزاداری ہماری زندگی ہے تو کیا آپ اس پر پابندی عائد کر کے ہمارا گلا گھوٹنا چاہتے ہیں، ہم سے سرچشمہ حیات چھیننا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے خزانۂ حیات پر ڈاکہ ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔؟

ہم سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتے۔

گریہ کی اہمیت

اس موضوع پر اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید لکھنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی، لیکن معترضین ہیں کہ انھیں تشفی ہی نہیں ہوتی۔۔۔ عزاداری سے اگر "گریہ" کو نکال دیا جائے تو عزاداری ایک لایعنی شے ہو کر رہ جائے شاید اسی لئے مخالفین عزا کی طرف سے گریہ کے خلاف کفر و شرک کے فتویٰ تک دے دیئے گئے۔۔۔ لیکن جب تک تاریخ کے دامن میں جناب آدمؑ، جناب شعیبؑ، جناب نوحؑ، جناب یعقوبؑ، جناب سیدہ زہراؑ اور جناب امام زین العابدین علیہم السّلام کے تذکرے موجود ہیں اس وقت تک حسین بن علیؑ پر رونے والوں کو کوئی پریشانی نہیں۔

"گریہ" سے متعلق احادیث پر بیگانوں کو تو اعتراض تھا ہی

چچا عمرو بن اسد نے کی اور آنحضرتؐ کی طرف سے ان کے عم نامدار حضرت ابو طالبؑ نے فرمائی۔

حضرت ابو طالب نے ایک مختصر مگر نہایت بلیغ خطبہ پڑھا۔ خطبہ میں اس امر پر خدا کی حمد کی گئی تھی کہ اس نے بنی ہاشم کو ذریت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ میں قرار دیا۔ اور خانۂ کعبہ کا نگراں مقرر فرمایا اور جمہور کا قائد تجویز کیا۔ فرمایا میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ ہیں، قریش میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں۔ تم خوب واقف ہو کہ محمدؐ سے میرا کیا رشتہ ہے۔ خدیجہ محمدؐ سے عقد کرنا چاہتی ہیں۔ میں محمدؐ کی طرف سے خدیجہ کا مہر اپنے مال سے ادا کروں گا۔ کچھ عرصے کے بعد محمدؐ کی اور ہی شان نکل آئے گی۔

حضرت ابو طالبؑ کے بعد ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہ کی طرف سے تقریر کی۔ حمد الٰہی کے بعد کہا کہ ہم اب عرب کے قائد ہیں۔ کسی میں یارا نہیں ہے کہ آپ حضرات کے فضل اور فخر و شرف سے انکار کر سکے۔

طرفین سے ایجاب و قبول ہوا۔ حضرت خدیجہ کا مہر چار سو مثقال طلا اور ایک روایت میں بیس اونٹ مقرر ہوا۔ عقد کے بعد حضرت ابو طالبؑ نے ولیمہ کیا۔ اشراف مکہ مدعو کئے گئے۔ حضرت خدیجہ کی کنیزوں نے شاہانہ جشن ترتیب دیا۔ آنحضرتؐ خدیجہ کے گھر آ گئے اور ازدواجی زندگی کا آغاز ہو گیا۔

ملا معین کاشفی لکھتے

ہشام کے جوابات اور مناظرے

ہشام نے درسگاہ اہل بیت کے سایہ میں نشو ونما پائی اور اہل بیت کی تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہوئے۔ اپنی امتیازی قابلیت اور علم کلام میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے اپنے زمانہ کے علما کی نگاہوں کا مرکز رہے۔ انھوں نے اپنے کو مذہب اہل بیت کی حمایت و نصرت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ان کی حمایت میں بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ انھیں نہ کسی کی ایذا رسانی کی پروا تھی نہ دشمنوں کی عداوت کی۔

اس زمانہ کے مشہور علمائے متکلمین مختلف علوم میں مناظرہ کرنے کے لئے ان کے پاس آتے، وہ خود بھی ان کے پاس مناظرہ کرنے پہونچ جاتے، مختلف شہروں کے علماء اور مختلف علمی حلقوں کے روبرو سے جا کر انھوں نے مناظرے کئے۔ حق کی حمایت اور باطل کے ازالہ کے لئے۔

چونکہ بحث و مباحثہ بے پناہ علمی استعداد اور حاضر جوابی میں یہ امتیازی نشان رکھتے تھے۔ اس لئے یحییٰ بن خالد برمکی۔ جو عباسی خلفاء کا وزیر اعظم اور سلطنت کا دست و بازو تھا۔ خاص علم کلام کے مباحثات کے لئے ہر جمعہ کی شام کو ایک خاص جلسہ منعقد کیا کرتا جس میں ہر مذہب کے اہل کلام جمع ہوتے تھے۔ اس جلسہ کا قصہ ایک بڑی

کا وقت آیا۔ اس وقت اس نے وہ کام انجام دیا جو اس کے لیے مخصوص

ہو گیا۔

اس نے احساس کیا کہ اب مدافعت کا کوئی موقع باقی نہیں ہے

جنگ کا میدان دشمنوں سے بھرا ہے، اور یہاں کوئی دوست نہیں

ہے، وہ ابھی جاں نثاری و جانفروشی کر رہا تھا جہاد کے راستہ میں

حسینؑ کا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن اب جب کہ اس کا راکب اپنی

منزل تک پہونچ گیا۔ جب کہ راستہ کی مسافت ختم ہو چکی، جب کہ

سواری کا کوئی سوال باقی نہیں ہے تو اس نے خود اپنے اس

فرض کا احساس کیا کہ وہ بے کس و بے بس عورتوں کو جو خیموں

میں اپنے والی و وارث کی خبر کی منتظر تھیں جا کر اپنے مالک کی

خبر پہونچا دے۔

اس نے اپنی پیشانی خون میں تر کی، وہ سیدھا خیمۂ حسینؑ کے

دروازہ پر پہونچا۔ اس نے ہنہنا کر اپنی آواز اندر پہونچائی منتظر

سیدانیاں اس کی آواز کو سنتے ہی دروازہ پر آ گئیں۔ وہ دیکھا جو

پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کا خالی زین، اس کی رنگین پیشانی اس کی

ٹوٹی ہوئی باگیں، اس کا زخمی جسم، اس کے جسم میں پیوست تیر وہ سب کچھ

کہہ رہے تھے جس کی خبر دینے کو وہ دروازہ پر آیا تھا۔

غالباً ان حضرات کے تامل کا باعث یہ امر بنا ہوا ہے کہ چند آنسوؤں کے عوض جنت ؟ ــــ یعنی جنت جیسی انمول چیز کوڑیوں کے مول ہو جائے یہ کیسے ممکن ہے ــــ تمام طرح کی دلیلوں سے قطع نظر ان بزرگوں کی خدمت میں ہم ایک آخری بات کہنا پسند کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ہم اپنے ان آنسوؤں سے جنت نہیں خریدتے بلکہ خاتون جنت اور جنت کے سرداروں کو خوش کرتے ہیں اب اگر ان ہستیوں کی طرف سے جنت رونے والوں کو بطور انعام دیدی جائے تو میرے خیال سے اس میں دخل اندازی کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا۔ آل محمدؐ اگر اپنے دوستدار کو جنت دیں تو بحث و مباحثہ کی گنجائش کہاں ہے۔؟

محبّت کا اجر، ایک مثال

علامہ ابن حجر مکی نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو۔؟۔

ان بعض القراء کان اذا مر بقبہ تمرلنک قرء خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ۔ وکررھا قال فبینا انا نائم رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس وتمرلنک الی جانبہ قال فقلت

قاریان قرآن میں سے بعض جب تیمور لنگ[1] کی قبر کے پاس سے گزرتے تھے تو خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ (اسے پکڑو اور زنجیروں میں جکڑ دو پھر جہنم کی طرف کھینچکر لے جاؤ) پڑھا کرتے تھے (ایک) قاری کا بیان ہے کہ (ایکدن

[1] یہی وہ تیمور لنگ ہے جس نے ہندوستان میں تعزیہ کی بنا ڈالی جو آج رائج ہے ایک عزادار حسینؑ بارگاہ رسالت میں اپنی عزاداری کی وجہ سے اس طرح نوازا جاتا ہے اور تیمور کی

جب سے مورے ہاتھ بندھے تب سے نیند نہ آئی
سنکل سے جاتی ہے ٹوٹی موری نرم کلائی
ایکن اور سسکتے قیدی بانو موری مائی
دوجے اور پڑا روتا ہے بندھوا عابدؑ بھائی
پھپھیاں چچیاں سر پیٹت ہیں بہنی رانڈ بلکتی
ہیں ان سب کے آگے بابا باٹ تمھاری تکتی
ہیں ان سب کی لاڈلی تم سب کے سرتاج
بندی آن چھڑائیے سب کی رکھئے لاج

(۲۴)

تب عابدؑ نے سن کر واکو اتنا بول سنایا
اے بہنی کوئی اودھر سے یاں مُوا نہیں آیا
اتنا کیوں روتی ہے بی بی جو لکھا سو پایا
کوئی گھڑی دم لے کر سو لے کتا ہے ماں جایا
بھور بھئے اب کیسی دیکھیں ہم پر بپتا آوے
بانو ابھی سے کانپن لاگی سید مہ ہوا نہیں جاوے
جل پی کے منہ ڈھانپ لے اپنا اوٹھ سنبھال

جب سے مورے ہاتھ بندھے تب سے نیند نہ آئی
سنکل سے جاتی ہے ٹوٹی موری نرم کلائی
ایکن اور سسکتے قیدی بانو موری مائی
دوجے اور پڑا روتا ہے بندھوا عابدؑ بھائی
پھپھیاں چچیاں سر پیٹت ہیں بہنی رانڈ بلکتی
میں ان سب کے آگے بابا باٹ تمھاری تکتی
میں ان سب کی لاڈلی تم سب کے سرتاج
بندی آن چھڑائیے سب کی رکھیے لاج

(۲۴)

تب عابدؑ نے سُن کر واکو اتنا بول سُنایا
اے بہنی کوئی اودھر سے یاں مُوا نہیں آیا
اتنا کیوں روتی ہے بی بی جو لکھا سو پایا
کوئی گھڑی دم لے کر سو لے کہتا ہے ماں جایا
بھور بھئے اب کیسی دیکھیں ہم پر بیتا آوے
بانو ابھی سے کانپن لاگی سید وہ ہوا نہیں جائے

غالباً ان حضرات کے تامل کا باعث یہ امر بنا ہوا ہے کہ چند آنسوؤں کے عوض جنت؟ ـــــ یعنی جنت جیسی انمول چیز کوڑیوں کے مول ہو جائے یہ کیسے ممکن ہے ـــــ تمام طرح کی دلیلوں سے قطع نظر ان بزرگوں کی خدمت میں ہم ایک آخری بات کہنا پسند کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ہم اپنے ان آنسوؤں سے جنت نہیں خریدتے بلکہ خاتون جنت اور جنت کے سرداروں کو خوش کرتے ہیں اب اگر ان ہستیوں کی طرف سے جنت رونے والوں کو بطور انعام دیدی جائے تو میرے خیال سے اس میں دخل اندازی کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا۔ آل محمدؐ اگر اپنے دوستدار کو جنت دیں تو بحث و مباحثہ کی گنجائش کہاں ہے۔؟

محبّت کا اجر، ایک مثال

علامہ ابن حجر مکی نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو۔؟۔

ان بعض القراء کان اذا مر بقبر تمرلنک قرء خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ۔ وکررھا قال فبینا انا نائم ثم رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس وتمرلنک الی جانبہ قال فقھرتہ

قاریان قرآن میں سے بعض جب تیمور لنگ[1] کی قبر کے پاس سے گزرتے تھے تو خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ (اسے پکڑو اور زنجیروں میں جکڑ کر پھر جہنم کی طرف کھینچکر لے جاؤ) پڑھا کرتے تھے (ایک) قاری کا بیان ہے کہ (ایکدن

[1] یہی وہ تیمور لنگ ہے جس نے ہندوستان میں تعزیہ کی بنا ڈالی جو آج رائج ہے ایک

حضرت خدیجہ نے اپنے خزائن و اموال کا در کھول دیا اور جو کچھ دولت و ثروت تھی آنحضرت کی تحویل میں دیدی اور کہا کہ میں پسند نہیں کرتی کہ معاشی امور میں آپ میرے مرہون منت رہیں۔ یہ سب مال و دولت اب آپ کی ہے اور آج سے میں آپ کی دست نگر رہوں گی۔ اب آنحضرت تبلیغ کے سلسلے میں سرمایہ کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔

شبلیہ توفیق لکھتی ہیں کہ حضرت خدیجہ پہلے ہی نیک دل و نیک فطرت تھیں اب اپنے پاکباز و بلند اخلاق شوہر کی صحبت و خدمت میں رہ کر وہ مجسمۂ اخلاق بن گئیں۔

شادی کے بعد زیادہ وقت عبادت و مطالعہ کائنات میں صرف ہونے لگا

شبلیہ لکھتی ہیں کہ آپ کی طبیعت ابتدا ہی سے خلوت گزینی کی طرف مائل تھی۔ وہ وقت کا زیادہ حصہ غور و فکر میں گزارتے اور حضرت خدیجہ ان کے سکون و آسائش کی فکر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتیں۔ آنحضرت کو اپنے زمانہ کے معاشی نظام، فرسودہ عقائد اور مردہ روایات و رسوم آپ کو آزردہ رکھنے لگے۔ خاص طور پر خطہ عرب کی حالت تو بہت ہی افسوسناک تھی۔ کچھ خدا کے منکر تھے کچھ یہودی مشرب تھے، کچھ مسیحیت کے پابند تھے۔ اور زیادہ تر بت پرست تھے۔ پس آنحضرت ان سب کی اصلاح کی تدابیر سوچنے میں مستغرق رہنے لگے۔

کرتے اور ہشام کا قول، قول ناطق اور ان کا فیصلہ عادلانہ فیصلہ ہوا کرتا۔
ہارون رشید پردے کے پیچھے بیٹھ کر بعض اوقات اس مناظرے سے لطف
اندوز ہوتا۔

بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ہارون کے دل میں ہشام کی عداوت
پیدا کر دیں۔ انھوں نے حضرت علی اور عباس عم پیغمبر کی اس نزاع کا
ذکر چھیڑ دیا، جو دونوں نے خلیفہ دوئم سے میراث پیغمبر کے بارے میں کی تھی۔
ہشام کو خبر نہ تھی کہ ہارون بھی یہاں پردہ کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ پوچھنے
والے نے پوچھا۔

"اے ابو محمدؒ (ہشام کی کینت تھی) تمھیں یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ علی
نے عباس سے ابوبکر کے سامنے نزاع کی تھی۔

"ہشام۔ ہاں میں جانتا ہوں۔

"تو کون ظالم تھا کون مظلوم۔

"ہشام نے جواب میں توقف کیا ڈرے کہ اگر کہتا ہوں عباس کی زیادتی
تھی تو ہارون جان کا دشمن ہو جائے گا۔ اور اگر کہتا ہوں کہ علی نے زیادتی کی
تو اپنے عقیدہ کی مخالفت کرتا ہوں۔ ہشام نے کہا۔ ان میں کوئی بھی ظالم
نہ تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو شخص ایک چیز کے بارے میں نزاع کریں اور

[illegible]

یہی آخری خدمت جو ذوالجناح نے انجام دی اور یہ ہے وہ یادگار واقعہ جو اس یادگار جانور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ یادگار ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کی عزاداری کے سلسلہ میں "ذوالجناح" کی شبیہ نکال کر قائم کی جاتی ہے۔

"ذوالجناح" زندہ ہے جب تک حسینؑ کا نام زندہ ہے۔ اپنے راکب کی بدولت وہ بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کی یاد ہمیشہ قائم رہے گی۔



وقلت الی ھنایا عدو اللہ وارادت ان اخذہ بیدہ واقیمہ من جانب النبیؐ فقال لی النبیؐ دعوہ کان یحب ذریتی فانبہت فزعاو ترکت ماکنت اقواہ لی قبرہ فی الخلوۃ ...

ان بعض ابناء تمرلنک اخبرانہ لما مرض تمرلنک مرض الموت اضطراب فی بعض الایام اضطرابا شدیدا فاسود وجہہ وتغیر لونہ ثم افاق فذکروالہ ذلک فقال ان ملائکۃ العذاب اتونی فجا رسول اللہ فقال لہم اذھبوا عنہ فانہ کان یحب ذریتی و الحسین الیہم فذھبوا" (صواعق محرقہ ص۱۸۴ طبع مصر سطر۹ باب مکاشفات ۱۳۱۲ھ)

میں) سورہا تھا تو خواب میں ہادیٔ عالم کو دیکھا کہ وہ تشریف فرما ہیں اور تیمور ان کے پہلو میں ہے میں نے اس سے کہا کہ اے دشمن خدا تو یہاں کہاں -؟ اور میں نے چاہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر پہلوئے نبوت سے اٹھا دوں مجھ سے نبیؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا ہے میں خوف سے چونک پڑا اور تنہائی میں جو پڑھتا تھا اس کو چھوڑ دیا ..... تیمور کے بعض بیٹوں کا بیان ہے کہ تیمور مرض موت میں کچھ دنوں سخت مضطرب تھا یہاں تک کہ اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا تذکرہ اس سے کیا گیا - اس نے کہا کہ میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے تھے (مگر) نبیؐ تشریف لائے اور ان فرشتوں سے فرمایا کہ چونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا ہے اور ان پر احسان کرتا ہے اس لئے اس کے پاس سے جاؤ - چنانچہ وہ سب چلے گئے -

علامہ ابن حجر مکی جیسے سخت دل انسان بھی اس روایت سے نرم

بھور بھئے پو پھاٹن لاگی باجا کوچ نکارا
اونٹن پر دکھیا چڑھ جائیں اودھر ہوا گذارا
جدھر پڑا تھا بن سر گھائل دین دنی کا پیارا
کٹ ہوا سب کنبہ واکا دہل رہا تھا سارا

اونٹن کی لے ہاتھ مہردا عابدؑ آن پکارے
کس بیتا میں چھوڑ کے موکو بابا جان سدھارے
ماں بہنیں پھوپھیاں سبھی قیدی مورے سنگ
بات کٹے نہیں ایک دوکھ دوجے روگی انگ

(۳۶)

عابدؑ کی سن زاری دکھیا اونٹن پر چلائیں
بیاکل ہوکر گر پڑیاں ہے ہے کر کر دھائیں
سیس کھلے زنجیریں پہنے ہاتھوں پر جب آئیں
پیاروں کو پہچان کے اپنے آنسو بھر بھر لائیں

آپس میں یہ دیکھ پکاریں اے بہنو یہ کیا ہے
ایک حسینؑ جوجھے ناہیں سگرا کنبہ کٹا ہے
تب تو سگری بیبیاں لوتھوں کو بھی [illegible]

(۲۵)

بھور بھئے جب پو پھاٹن لاگی باجا کوچ نکارا
اونٹن پر دکھیا چڑھ جائیں اودھر ہوا گذارا
جدھر پڑا تھا بن سر گھائل دین دنی کا پیارا
کٹا ہوا سب کنبہ واکا دہل رہا تھا سارا
اونٹن کی لے ہاتھ مہر وا عابدؑ آن پکارے
کس بپتا میں چھوڑ کے موکو بابا جان سدھارے
ماں بہنیں پھوپھیاں سبھی قیدی مورے سنگ
بانٹ کٹے نہیں ایک دوکھ دوجے روگی انگ

(۲۶)

عابدؑ کی سن زاری دکھیا اونٹن پر چلائیں
بیاکل ہو کر گر پڑیاں ہے ہے کر کر دھائیں
سیس کھلے زنجیریں پہنے لوتھوں پر جب آئیں
پیاروں کو پہچان کے اپنے آنسو بھر بھر لائیں
آپس میں یہ دیکھ پکاریں اے بہنو یہ کیا ہے
ایک حسینؑ جو جیتے ناہیں سگرا کنبہ کٹا ہے
تب تو سگری بیبیاں لوتھوں کو پہچان

وقلت الی ھذا یا عدو اللہ واردت
ان اخذہ بیدہ واقیمہ من جانب
النبی فقال لی النبی دعوہ کان
یحب ذریتی فانتبہت فزعا وترکت
ما کنت اقراہ علی قبرہ فی الخلوۃ۔۔۔
ان بعض ابناء تمرلنک اخبر انہ
لما مرض تمرلنک مرض الموت
اضطراب فی بعض الایام اضطرابا
شدیدا فاسود وجہہ وتغیر لونہ
ثم افاق فذکر والہ ذلک فقال
ان ملائکۃ العذاب اتونی فجا
رسول اللہ فقال لھم اذھبوا
عنہ فانہ کان یحب ذریتی و
یحسن الیھم فذھبوا" (صواعق محرقہ
ص ۱۴۷ طبع مصر سطر ۹ باب مکانات سنہ ۱۳۱۲ھ)

میں) سو رہا تھا تو خواب میں ہادئ عالم کو
دیکھا کہ وہ تشریف فرما ہیں اور تیمور ان
کے پہلو میں ہے میں نے اس سے کہا کہ اے
دشمن خدا تو یہاں کہاں۔؟ اور میں نے
چاہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر پہلوئے نبوت سے
اٹھا دوں مجھ سے نبی نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو
کیونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا ہے
میں خوف سے چونک پڑا اور تنہائی میں جو
پڑھتا تھا اس کو چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ تیمور کے
بعض بیٹوں کا بیان ہے کہ تیمور مرض موت
میں کچھ دنوں سخت مضطرب تھا یہاں تک
کہ اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا
جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا تذکرہ اس
سے کیا گیا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس عذاب
کے فرشتے آئے تھے (مگر) نبی تشریف
لائے اور ان فرشتوں سے فرمایا کہ چونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا ہے اور ان پر احسان
کرتا ہے اس لئے اس کے پاس سے جاؤ۔ چنانچہ وہ سب چلے گئے۔

... یہ دس سال بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس عہد کا ایک
ایک لمحہ حضرت خدیجہ کی خدمات سے متاثر ہے۔ مکی زندگی کی تبلیغ کے دو ستون
تھے حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؓ۔ ان دونوں کی وفات کے بعد تبلیغ کے
ایک اہم دور کا خاتمہ ہو گیا۔ بعثت کے بعد آنحضرتؐ نے ۱۳ سال مکہ میں کام
کیا جس میں دس سال حضرت خدیجہ کی تائید حاصل رہی۔ حضرت خدیجہ کی دولت
دل و دماغ اور روح سب کچھ اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف تھا۔ جو لوگ
مسلمان مذہب قبول کرتے ان کا معاشی اور سماجی بائیکاٹ کیا جاتا۔ ان کی
جائدادیں ضبط کر لی جاتیں۔ حضرت خدیجہ کی دولت ان سب نومسلموں کا
سہارا بنتی۔ جو لوگ ہجرت حبشہ پر مجبور ہوئے ان میں سب کی مالی حالت ایسی
نہ تھی جو خود سفر کے مصارف برداشت کر سکتے ان کی امداد بھی دولت خدیجہ سے
ہوئی۔ شعب ابی طالب کے محاصرہ کے دوران دولت خدیجہ کام آئی۔ غرضکہ
یہ دس سال حضرت خدیجہ کی دولت اور اس سے لوگوں کی نرمی و ہمدردی
اور حضرت ابوطالب کے سیاسی اثر و اقتدار کی تاریخ ہیں۔ حضرت خدیجہ
نے ان دس سالوں میں اپنے راحت و آرام کو اسلام و داعی اسلام پر
قربان کر دیا۔ آنحضرتؐ کی دلدہی اور تسلی و تشفی اور نومسلموں کی امداد میں
ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف ہو گیا۔ اگر یہ واقعات تاریخ کے طرز میں
پورے تسلسل کے ساتھ لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

سنہ ۱۰ھ یا قیامت صغریٰ	حضرت ابوطالب کے شعب سے

پاس نزاع کرتے ہوئے آئے تھے۔ اور ان دونوں کا ارادہ داؤد کو متنبہ کرنے کا تھا۔ اسی طرح علی و عباس نے ابو بکر کے سامنے نزاع کی محض یہ جتانے کے لئے کہ ابو بکر ظالم ہیں۔

وہ شخص لاجواب ہو گیا۔ ہارون نے اس جواب کو بیحد پسند کیا۔ اور اس کا دل ہشام کی طرف مائل ہو گیا۔ (عقد فرید جلد ۱۔ صفحہ ۲۶۰ عیون الاخبار لابن قتیبہ جلد ۲۔ صفحہ ۱۵۵ ضحی الاسلام جلد ۲ صفحہ ۲۶۸)

اسی طرح کے اور بہت سے مسکت جوابات ہشام نے اپنے معترضین کو دیئے ہیں۔ ابن ندیم ہشام کی وسعت فکر اور قوت استدلال کی توصیف کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ہشام کہا کرتے۔

ہم نے اپنے مخالفین جیسے (بے عقل) نہیں دیکھے۔ خداوند عالم نے جس شخص (علی) کو آسمان پر حاکم مقرر کیا اسے تو انھوں نے خلیفہ نہ بنایا۔ اور جس کو (ابو بکر) کو خدا نے آسمان سے معزول کیا۔ اس کو خلیفہ بنا لیا۔ اسی سلسلہ میں سورہ برائت کی تبلیغ کا واقعہ بیان کرتے کہ پہلے ابو بکر اس سورہ کو لے کر گئے۔ مگر خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی۔ کہ اس سورہ کی تبلیغ یا آپ خود کیجئے یا ایسا شخص تبلیغ کرے جو آپ سے ہو۔ پیغمبر خدا نے ابو بکر کو واپس بلا لیا۔ اور حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ ان سے سورۂ برائت لیجا کر تم تبلیغ کرو۔ (تکملہ فہرست ابن ندیم صفحہ ۱)

واذا نفع جهنم هذا الظالم الذی	جب محبت محمد و آل محمدؐ السے ظالم کو نفع
لا اظلم منه فکیف بغیره و	بخش ہو سکتی ہے جس سے بڑا کوئی ظالم نہیں
ینبغی ان یزاد فی الکرام عالمهم	تو جو ایسا نہیں اس کو کیوں سود مند نہ ہوگی؟
وصالحهم ۔ (حوالہ بالا)	جو ان کے مرتبہ کا عارف اور صالح ہو کا محبت

آل محمدؐ اس کے لئے زیادہ سود مند اور نفع بخش ہونی چاہیئے۔"

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص امام مظلومؑ سے جس طرح محبت کرتا ہے اور انکی عزاداری جس عنوان سے بھی انجام دیتا ہے وہی انسب اور بہتر ہے، ہاں اگر کوئی چیز غیر شرعی ہو تو نرم لہجہ سے منع کرنے میں قدرے مضائقہ نہیں ہے۔ مگر گریہ تو ایک فطری اور شرعی فعل ہے اس پر بحث کرنا اور گریہ کی مقدار معین کرنا تحصیل لا حاصل ہے ایسی بحثوں سے مخالفین عزا کو فائدہ پہونچ سکتا ہے مگر عزاداروں کو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں مل سکتا۔

مآل مجلس عزا

الم وبیش چودہ سو برس کے بعد آج صاحبان قلم نے کروٹ لی اور اب یہ بحث کی جانے لگی ہے کہ گریہ ہی مآل مجلس ہے یا نہیں؟

— میں ان محققین سے دست بستہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ حضرات کی بحث مآل مجلس کا تعین کر سکتی ہے اور کیا آپ لوگ پوری "ملت گریہ کن" کو اپنی اپنی بحثوں سے مطمئن کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اس قسم کی بحثوں سے فائدہ؟ کیا اس قسم کی بحثیں مخالفین عزا کی تقویت کا باعث نہیں ہونگی میرے خیال میں اس موضوع پر گفتگو کرنے سے قبل "محققین مآل مجلس" کو چاہیئے کہ وہ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ جناب ربابؑ و سکینہؑ جناب سید سجادؑ، صادقؑ

دتھن کے ڈھنگ سیس کھلے بن چادر چھوٹی ٹریاں
ہے ہے کر کر پیٹین لاگیں مقتل اوپر کھڑیاں
غم کے مارے کھائی گھری رو رو کر گر پڑیاں
ہاتھ اٹھا دکھلاون لاگیں زنجیروں کی کڑیاں

کہنے لاگیں ہم رانڈوں کی بندی کون چھڑاوے
کون ہمارا ہووے سنگھاتی کون وطن پہونچاوے
والی وارث مر گئے لوٹ لیا گھر بار
ہم قیدی بن میں شہریں دیکھت ہے سنسار

۲۸

کوئی کھڑی سرورؑ کو پیٹے کوئی کھڑی اصغرؑ کو
کوئی کھڑی قاسمؑ کو پیٹے کوئی کھڑی اکبرؑ کو
کوئی کھڑی کانن کو پکڑے کوئی کھڑی نریوز کو
کوو کھڑی کہتی ہے سر سے چھین لیا چادر کو

ایکن اور کھڑے ہیں عابدؑ گلے پہ طوق سنبھالے
ایکن اور لعیناں نے جب اُن دکھائے بھالے
تب تو سگری بیبیاں پیٹت پیٹت لاچار

لوٹھن کے ڈھک سیس کھلے بن چادر پھوی ڑیاں

ہے ہے کر کر پیٹن لاگیں مقتل اوپر کھڑیاں

غم کے مارے کھائی گھمری رو رو کر گر پڑیاں

ہاتھ اوٹھا دکھلاون لاگیں زنجیروں کی کڑیاں

کہنے لاگیں ہم رانڈوں کی بندی کون چھڑاوے

کون ہمارا ہووے سنگھاتی کون وطن پہونچاوے

والی وارث مر گئے لوٹ لیا گھر بار

ہم قیدی بن میں شہریں دیکھت ہے سنسار

(۲۸)

کوئی کھڑی سردر کو پیٹے کوئی کھڑی اصغرؑ کو

کوئی کھڑی قاسمؑ کو پیٹے کوئی کھڑی اکبرؑ کو

کوئی کھڑی کانن کو پکڑے کوئی کھڑی زیور کو

کوئی کھڑی کہتی ہے سر سے چھین لیا چادر کو

ایکن اور کھڑے ہیں عابدؑ گلے پہ طوق سنبھالے

ایکن اور لعیناں نے جب اُن دکھائے بھالے

[illegible]

واذا نفعہ جہنم ھذا الظالم الذی لا اظلم منہ فکیف بغیرہ و ینبغی ان یزاد فی الکرام عالمھم وصالحھم۔ (حوالہ بالا)

جب محبت محمدؐ وآل محمدؐ السے ظالم کو نفع بخش ہو سکتی ہے جس سے بڑا کوئی ظالم نہیں تو جو ایسا نہیں اس کو کیوں سود مند نہ ہوگی؟ جو ان کے مرتبہ کا عارف اور صالح ہو کا محبت آل محمدؐ اس کے لئے زیادہ سود مند اور نفع بخش ہونی چاہیئے۔"

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص امام مظلومؑ سے جس طرح محبت کرتا ہے اور انکی عزاداری جس عنوان سے بھی انجام دیتا ہے وہی انسب اور بہتر ہے، ہاں اگر کوئی چیز غیر شرعی ہو تو نرم لہجہ سے منع کرنے میں قدرے مضائقہ نہیں ہے۔ مگر گریہ تو ایک فطری اور شرعی فعل ہے اس پر بحث کرنا اور گریہ کی مقدار معین کرنا تحصیل لا حاصل ہے ایسی بحثوں سے مخالفین عزا کو فائدہ پہونچ سکتا ہے مگر عزاداروں کو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں مل سکتا۔

ماٰل مجلس عزا لم و بیش چودہ سو برس کے بعد آج صاحبان قلم نے کروٹ لی اور اب یہ بحث کی جانے لگی ہے کہ گریہ ہی ماٰل مجلس ہے یا نہیں؟ میں ان محققین سے دست بستہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ حضرات کی بحث ماٰل مجلس کا تعین کر سکتی ہے اور کیا آپ لوگ پوری "ملت گریہ کن" کو اپنی اپنی بحثوں سے مطمئن کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اس قسم کی بحثوں سے فائدہ؟ کیا اس قسم کی بحثیں مخالفین عزا کی تقویت کا باعث نہیں ہونگی میرے خیال میں اس موضوع پر گفتگو کرنے سے قبل "محققین ماٰل مجلس"

اور حضرت خدیجہ کی صحت کے باکل جواب دیدیا۔ اور چند دنوں کے آگے پیچھے اسلام کے یہ دونوں ستون گر گئے"

حضرت خدیجہ بیمار ہوئیں اور یہ بیماری تین سال کے بعد مرض الموت کا باعث بن گئی۔ محمد الدین ایڈیٹر صوفی سیرتِ عائشہ صدیقہ مطبوعہ لاہور میں لکھتے ہیں :۔

"ام المومنین حضرت خدیجہ نہ صرف آنحضرتؐ کی بیوی تھیں بلکہ محسنہ و محبوبہ تھیں۔ اور وہ تھیں جو کوئی نہیں ہو سکتا۔ رسول کریمؐ کو آپ کی وفات سے سخت ملال ہوا مگر کیا کرتے صبر کیا۔ بشریت نے اگر زیادہ صبر آزمائی کی تو نبوّت نے مشکل کشائی کی، رسالت نے ہمت افزائی کی۔ رضی اللہ عنہ وصلوات اللہ وسلامہٗ علیہا۔!

پبلشر

سید ابن حسین نقوی

ہیں۔ جو مختلف علوم و فنون میں ان کی جلالت علمی کے بہترین شاہد ہیں۔ افسوس کہ ہم کو مزید وضاحت کی گنجائش نہیں۔ ہم صرف ان کے چند مناظروں کی فہرست یہاں درج کرتے ہیں۔

(۱) فرقہ۔ اباضیہ (خوارج کی ایک شاخ) کے ساتھ ان کا مناظرہ۔

(۲) ایک برہمن سے ان کا مناظرہ۔

(۳) خلق خدا کے حجت کے محتاج ہونے کے متعلق مناظرہ۔

(۴) اہل شام کی ایک جماعت کے ساتھ متفرق نشستوں میں مختلف مسائل میں بحث۔

(۵) علی کی احقیت خلافت کے متعلق مناظرہ۔

(۶) علی کے تمام لوگوں سے افضل ہونے کے متعلق مناظرہ اور جو لوگ ثانی اثنین کی آیۃ سے ابوبکر کی فضیلت ثابت کرتے ہیں ان کا جواب۔

(۷) علی کی محبت واجب ہونے کے متعلق مناظرہ۔

(۸) امام حق کی اطاعت لازم ہونے کے متعلق مناظرہ۔

(۹) شاکر دیصانی کے ساتھ مناظرہ۔

(۱۰) جاثلیق کے ساتھ مناظرہ۔

(۱۱) نفی جہۃ اور عدم اثنینیۃ کے متعلق بحث۔

(۱۲) ابن ابی العوجاء کے ساتھ مناظرہ۔

(۱۳) ابوحنیفہ کے ساتھ مختلف مناظرے۔

یہ صحیح ہے کہ تہذیب و تمدن، ثقافت، سیاست اور معاشرت وغیرہ موضوعات پر تقریروں کی شیعوں کو شدید ضرورت ہے مگر ان چیزوں کو مآل مجلس قرار دینا صریحی غلطی ہے۔ جہاں صرف اس قسم کی تقریریں ہوں اور مصائب محمدؐ و آل محمدؐ بیان نہ ہوں ان تقریروں کو سب کچھ کہا جا سکتا ہے مگر مجلس نہیں کہا جا سکتا۔ اور جہاں صرف مصائب بیان کئے جائیں اور کچھ نہ بیان کیا جائے اس بیان کو کچھ اور کہا جائے یا نہیں مگر مجلس ضرور کہا جائیگا ایک عمدہ مقرر بہت بڑے مجمع میں نہایت اچھے انداز سے تقریر کرے اور دنیا کی تمام چیزوں کا تذکرہ کر ڈالے مگر مصائب محمدؐ و آل محمدؐ نہ بیان کرے تو ایسی تقریر میں سلاطین زمانہ شرکت کر سکتے ہیں مگر جنت چھوڑ کر سیدہ زہراؑ تشریف نہیں لا سکتیں بخلاف اسکے ایک معمولی ان پڑھ انسان چند آدمیوں کے سامنے تذکرہ مصائب کر دے تو اس میں کوئی شرکت کرے نہ کرے فاطمہ زہراؑ ضرور شرکت فرمائینگی ـــ صدقہ ہے ذکر حسینی کا کہ اسکے ذیل میں ہر شئے کا ذکر آ جاتا ہے لیکن اب یہ ظلم ہوگا کہ اصل کو فرع اور فرع کو اصل سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

یا للعجب موجودہ دور میں مجلسیں عموماً ۱½ گھنٹہ کی ہوتی ہیں دیکھا جا سکتا ہے کہ ان مجلسوں میں پندرہ منٹ سے زیادہ مصائب کا تذکرہ نہیں ہوتا اب اس میں بھی کسی ترمیم اور اصلاح کی کوشش سعی نامشکور ہوگی۔ ہم جس طرح رو رہے ہیں ہمیں رونے دیا جائے اس میں کسی قسم کی اصلاح کی کوشش بے سود ہے اور ہم اس طرح کی کوششوں کی شدت سے مذمت کرتے ہیں، گریہ کو ختم کر کے دنیاوی ترقی ہی جن لوگوں کا مطمع نظر ہے ان کو ان کا نظریہ مبارک اور ہم کو حسینؑ پر رونا مبارک۔ "عزاداری حسینؑ" شیعوں کا سرچشمہ حیات ہے خبردار! اس خزینۂ حیات پر ڈاکہ نہ ڈالو

... اشک فشانی نہ ہو ...

پکڑ مہروا عابدؑ جاتے نینن نیر بہاتے
پھر پھر دیکھیں دیکھت جاتے یوں کہکر چلّاتے
اے بابا ہم تم کو بن میں بے بس چھوڑے جاتے
شام نگر لے جاتے ظالم تنک نہیں ٹھہراتے
کیونکر موسے راہ کٹے گی پیر چلا نہیں جاوے
ماں بہنوں کی زاری سنکر جگر اُلٹا جاوے
تس پر لاگی پیاس ہے دور بڑی ہے راہ
بابا کیسے ہووے گا عابدؑ کا نرباہ

۳۰

اب آگے کچھ کہا نہ جاوے موسے حال حرم کا
موری چنتا میں یہ آوے بھیس بنا ماتم کا
بیٹھ محباں آگے بانچوں یا مرثیہ غم کا
بہت رلاوں روؤں بیٹھوں نہیں بھروسہ دم کا
کہت فقیر غریب سکندؔ دیوں تمہرے بہارا
یہاں رکھئے پت موری سرورؑ وہاں کیجے سہارا
دوؤ جگ کے تم دھنی مانگوں کی کے دوار

بکڑ بھروا عابدؑ جاتے نینن نیر بہاتے

پھر پھر تو تھیں دیکھت جاتے یوں کہکر چلاتے

اے بابا ہم تم کو بن میں بے بس چھوڑے جاتے

شام نگر لے جاتے ظالم تنک نہیں ٹھہراتے

کیونکر موسے راہ کٹے گی پیر چلا نہیں جاوے

ماں بہنوں کی زاری سنکر جگرا اُلٹا جاوے

تس پر لاگی پیاس ہے دور بڑی ہے راہ

بابا کیسے ہووے گا عابدؑ کا نرباہ

(۳۰)

اب آگے کچھ کہا نہ جاوے موسے حال حرم کا

موری چنتا میں یو آوے بھیس بنا ماتم کا

بیٹھ محباں آگے باچوں یا مرثیہ غم کا

بہت رلاؤں روؤں بیٹھوں نہیں بھروسہ دم کا

کہت فقیر غریب سکندر ہوں تمرے بہارا

یہاں رکھئے پت موری سرورؑ وہاں کیجئے سہارا

دوؤ جگ کے تم دھنی مانگوں کر کے دوار

کی شیعوں کو شدید ضرورت ہے مگر ان چیزوں کو ما آل مجلس قرار دینا صریحی غلطی ہے۔ جہاں
صرف اس قسم کی تقریریں ہوں اور مصائب محمدؐ و آل محمدؐ بیان نہ ہوں ان تقریروں کو سب
کچھ کہا جا سکتا ہے مگر مجلس نہیں کہا جا سکتا۔ اور جہاں صرف مصائب بیان کئے جائیں
اور کچھ نہ بیان کیا جائے اس بیان کو کچھ اور کہا جائے یا نہیں مگر مجلس ضرور کہا جائیگا
ایک عمدہ مقرر بہت بڑے مجمع میں نہایت اچھے انداز سے تقریر کرے اور دنیا کی تمام
چیزوں کا تذکرہ کر ڈالے مگر مصائب محمدؐ و آل محمدؐ نہ بیان کرے تو ایسی تقریر میں سلاطین
زمانہ شرکت کر سکتے ہیں مگر جنت چھوڑ کر سیدہ زہراؑ تشریف نہیں لا سکتیں بخلاف
اسکے ایک معمولی ان پڑھ انسان چند آدمیوں کے سامنے تذکرہ مصائب کر دے تو اس
میں کوئی شرکت کرے نہ کرے فاطمۂ زہراؑ ضرور شرکت فرمائینگی۔ صدقہ ہے ذکر حسینی کا کہ
اسکے ذیل میں ہر شے کا ذکر آ جاتا ہے لیکن اب یہ ظلم ہو گا کہ اصل کو فرع اور فرع کو اصل
سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

یا للعجب

موجودہ دور میں مجلسیں عموماً ۱½ گھنٹہ کی ہوتی ہیں دیکھا جا سکتا ہے کہ ان
مجلسوں میں پندرہ منٹ سے زیادہ مصائب کا تذکرہ نہیں ہوتا اب اس میں بھی کسی
ترمیم اور اصلاح کی کوشش سعی نامشکور ہوگی۔ ہم جس طرح رو رہے ہیں ہمیں رونے دیا جائے
اس میں کسی قسم کی اصلاح کی کوشش بے سود ہے اور ہم اس طرح کی کوششوں کی شدت سے مذمت کرتے
ہیں، گریہ کو ختم کر کے دنیاوی ترقی ہی جن لوگوں کا مطمع نظر ہے ان کو ان کا نظریہ مبارک اور ہم کو
حسینؑ پر رونا مبارک "عزاداری حسینؑ" شعار ہے [illegible]

(۱۵) ابو الہذیل علاف کے ساتھ مناظرہ نیز اور بہت سے مناظرے،

ہشام کے مناظروں کے چند نمونے

ہشام نے اہل کلام سے بہت سے مناظرے کئے۔ ملحدین زنادقہ کو مسکت جوابات دیئے۔ تقریباً سبھی مورخین نے مناظرہ اور حاضر جوابی وغیرہ میں انکے تفوق اور برتری پر اتفاق کیا ہے۔ ہم چند نمونے ان کے مناظروں کے پیش کرتے ہیں۔

(۱) ایک ملحد شخص ہشام کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ میں دو خداؤں کا قائل ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم جو بات کہو گے منصفانہ کہو گے۔ ہشام اپنے کپڑے پھیلانے میں مشغول تھے۔ بولے۔

"یہ بتاؤ۔ ان دونوں خداؤں میں کوئی بغیر دوسرے خدا کی مدد کے خلق پر قادر ہے۔؟

ہشام نے کہا۔ پھر دو کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایک خدا جس نے سب چیزیں خلق کیں وہی تمھارے لئے کافی ہے۔

ابو الہذیل سے ہشام کا مناظرہ

ابو الہذیل علاف اپنے زمانہ کا مشہور متکلم اور شہسوار میدان مناظرہ و مباحثہ تھا۔ مولوی شبلی صاحب اپنی کتاب علم الکلام میں اس علم کی ابتداء

محدثین اور ارباب ظاہر کو کلام کی مخالفت میں جو شدت تھی اس نے علم کلام کو بجھا دیا ہوتا۔ لیکن خلفائے عباسیہ (بجز دو ایک کے) اور ان کی دولت نے بڑی مستعدی کے ساتھ حمایت کی اور شاہانہ حوصلہ سے اس کو برابر ترقی دیتے رہے۔ عباسیہ کے علاوہ دیلمیوں نے بھی اس کی سرپرستی کی۔ . . مہدی کے زمانہ میں یہ علم پیدا ہوا۔ اور جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ سب سے پہلے ابو الھذیل علاف نے اس فن میں کتاب لکھی۔ . . .

علامہ ابن خلکان اس کی نسبت لکھتے ہیں۔ وکان حسین الجدل قوی الحجۃ کثیر الاستعمال للادلۃ والالزامات: خوش تقریر اور قوی الحجۃ تھا دلائل اور الزامات کا اکثر استعمال کرتا تھا۔ علامہ مقریزی نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ نظر فی الفلسفۃ ووافقھم فی کثیر:۔

ابو الہذیل نے علم کلام میں چھوٹی بڑی ساٹھ کتابیں لکھی ہیں۔ نہایت دقیق مسائل پر بحثیں کیں۔ یہ کتابیں مدتوں سے ناپید ہیں۔ لیکن مجوسیوں اور ملحدوں سے اس نے جو مناظرے کئے اور ان میں جو تقریریں کیں۔ وہ جستہ جستہ ابن خلکان درر وغرر اور ملل ونحل وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابو الہذیل کے مناظرات میں آج کل کی طرح صرف زبان آوری اور لسانی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ان کا یہ اثر ہوتا تھا کہ اکثر ملاحدہ اور مخالفین مذہب اپنے مقابلہ سے باز

"اسی زمانہ میں ہشام بن الحکم کوفی ایک مشہور متکلم تھا۔ وہ یحییٰ برمکی کے مجالس علمی کا افسر اور علوم عقلیہ کا ماہر تھا۔ ابو الہذیل مناظرہ میں اگر کسی سے دبتا تھا تو اسی سے دبتا تھا۔ (علم الکلام مولفہ مولینا شبلی)۔

اب یہاں چند مختصر لیکن دلچسپ مناظرے ہشام کے ابو الہذیل کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

ہشام نے ابو الہذیل سے پوچھا۔ تمھارا اعتقاد ہے کہ حرکت دیکھی جاسکتی ہے۔ (یا دیکھی جاتی ہے) تو پھر اس کا اعتقاد بھی کیوں نہیں رکھتے کہ حرکت چھوئی بھی جا سکتی ہے۔؟

ابو الہذیل:۔ حرکت کوئی جسم تو ہے نہیں جو چھوئی جائے۔ کیونکہ چھوئی وہی چیزیں جاتی ہیں جو جسم ہوتی ہیں اور جو چیز جسم نہیں وہ کیونکر چھوئی جائیں گی

ہشام:۔ تو پھر یہ اعتقاد کیوں کیا کہ حرکت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کو ترک کر دو۔ اور سمجھ لو کہ حرکت بھی دیکھی نہیں جا سکتی۔ کیونکہ دیکھی تو وہی چیز جاتی ہے جو جسم ہوتی ہے۔ اور جو چیز جسم نہیں ہے وہ کیونکر دیکھی جائے گی۔

اس اعتراض کا جواب دینے سے جب ابو الہذیل عاجز رہا تو دوسرا پہلو اختیار کیا۔ اور موضوع مناظرہ سے علیحدہ ہو کر ہشام سے سوال کیا۔

"تم کس دلیل سے اس امر کے قائل ہو کہ صفت نہ تو خود موصوف ہوتی ہے اور نہ غیر موصوف۔

ہشام:۔ میرے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ محال ہے کہ میرا فعل

ہم ان چیزوں میں قرار دیتے ہیں جو ایسے جسم اور عین ہوتے ہیں۔ کہ خود قائم
ہوں اور چونکہ ہم لوگوں کے افعال نہ تو جسم ہیں اور نہ خود بخود قائم ہیں۔ بلکہ
ہم لوگوں کے اعضاء سے ان کا صدور ہوتا ہے۔ لہذا تغائر کی اس
تعریف کی بنا پر بھی صحیح ہے۔ کہ صفت نہ تو خود موصوف کی ذات ہے اور نہ موصوف
سے مغائر ہے۔ کیونکہ وہ کوئی جسم نہیں اور نہ خود بخود قائم ہے۔

اس کے علاوہ بھی ایک دلیل ہے۔ جس کے قائل بھی ابوالہذیل تم ہی ہو۔
وہ یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ حرکت متحرک چیز سے نہ تو مماس ہوتی ہے اور نہ مبائن
(یعنی حرکت کوئی ایسی چیز نہیں جو متحرک چیز سے مس ہوتی ہو۔ اور نہ ایسی
چیز ہے جو اس کے مبائن یا خلاف یا ضد یا اس سے علیحدہ ہو) کیونکہ تمہارے
خیال میں حرکت ایسی چیز ہے جس کا مماس یا مبائن ہونا جائز نہیں ہے۔ پس
اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ میری صفت نہ تو خود میری ذات ہے۔ (کیونکہ میری
ذات تو موصوف ہے) اور نہ میری غیر ہے۔ (کیونکہ جب غیر ہوتی تو میری صفت
کیونکہ ہوتی) پس جو دلیل تمہارے اس دعوے میں ہے کہ حرکت نہ تو متحرک سے
مماس ہے اور نہ مبائن وہی میری دلیل اس دعوے میں سمجھ لو کہ میری صفت
نہ میری ذات ہے۔ اور نہ میری غیر۔ اور جو جواب تم اپنے قول کا دو گے
وہی میرا ابھی خیال کر لو۔

اس تقریر میں ابوالہذیل لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔ (مروج الذھب
[illegible]

میں حاصل تھا مگر بظاہر یہ اس زمانہ کا مناظرہ ہے جبکہ ہشام امام جعفر صادقؑ
کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ہم نے اس مناظرہ کو صرف اس لئے نقل
کیا کہ تاکہ ابن حجر عسقلانی کا ۔۔۔۔ ، تاریخ پر ظلم اور حقائق کے ساتھ زیادتی
واضح ہو سکے۔ لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۴۱۴ پر وہ لکھتے ہیں۔

ذکر (ای المسعودی) مناظرۃ بینہ و بین ھشام بن
الحکم الرافضی وان ھشاما غلبہ ابو الھذیل فیھا۔

اور مسعودی نے اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ جو ابو الہذیل اور ہشام بن
حکم رافضی کے درمیان ہوا اور ہشام پر ابو الہذیل کو غلبہ ہوا۔

یہ ہے۔ ابن حجر کی دیانت کا عالم جسے مسعودی نے غالب لکھا تھا۔
اسے مغلوب بنایا۔ اور جسے مغلوب بنایا تھا اسے غالب بنایا۔ مسعودی کی لفظیں
تو یہ تھیں:۔ فانقطع ابو الھذیل ولم یرد جوابا۔ اس تقریر پر
ابو الہذیل خاموش ہو گیا۔ اور اس سے کوئی جواب دیتے نہ بن پڑا۔
اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابو الہذیل ہشام پر غالب آ گیا۔ سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد پڑ گیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے



عمرو بن عبید سے مناظرہ

ہشام کے معاصرین میں عمرو بن عبید فرقہ معتزلہ کا ایک نامور علامہ گزرا ہے
جس پر مولوی شبلی صاحب کی یہ عبارت شاہد ہے: "اسی زمانہ میں دو شخصوں
نے جو اتفاق سے ایک ہی سنہ یعنی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس
مذہب (اعتزال) کو زیادہ رونق دی۔ یعنی عمرو بن عبید اور واصل
بن عطا۔۔۔ یہ دونوں مذہب اعتزال کے دست و بازو اور فضل و
کمال کے چشم و چراغ تھے۔۔۔۔ عمرو بن عبید کمالات علمی کے علاوہ نہایت زاہد و
عابد اور دنیا سے بے نیاز تھا۔۔۔ خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں اس
کا آنا اور نہایت بے نیازی اور آزادی سے گفتگو کرنا نہایت دلچسپ
واقعہ ہے جس کا تذکرہ تمام مورخین نے کیا ہے۔ اس کے مرنے پر منصور
نے خود مرثیہ لکھا اہل تاریخ کا بیان ہے کہ یہ شرف یعنی خلیفہ وقت کا
مرثیہ لکھنا عمرو بن عبید کے سوا دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوا (مقالات شبلی ص۴۶)

اس فاضل جلیل کے مقابلہ میں جناب ہشام کو کیا کمال حاصل تھا۔ ذیل کے
دلچسپ واقعہ سے معلوم ہو گا۔ جس کو سنی اور شیعہ مورخین نے تفصیل سے لکھا
ہے۔

ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے کمسن اور نوجوان صحابی
ہشام بن الحکم سے فرمایا: "ہشام!"

حضرت امامؑ :۔ کیا مجھ سے اپنا وہ مناظرہ نہ بیان کروگے۔ جو
تم نے عمرو بن عبید معتزلی بصری سے کیا تھا؟

ہشام :۔ حضرت میں آپ پر نثار! حیا مانع ہے۔ اور حضرت کے سامنے
زبان نہیں کھل سکتی!

حضرت امامؑ :۔ نہیں جب میں خود کہتا ہوں تو کیا شرم ہے۔
بیان کرو۔"

ہشام :۔ (ارشاد حضرت امامؑ سے مطمئن ہو کر) میں سنا کرتا تھا کہ
عمرو بن عبید اس زمانہ کا نہایت مشہور علامہ اور زبردست متکلم و مناظر
ہے۔ اور یہ کہ وہ بصرہ کی مسجد میں مسند دعوت و ارشاد پر بیٹھا ہوا مسئلہ
امامت اور دوسرے مسائل اصول کلام میں گفتگو کرتا اور لوگوں کو حقیت
مذہب اہل سنت کی تعلیم دیتا رہتا ہے اس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ لہذا میں
بصرہ روانہ ہوا۔ اور جمعہ کا روز تھا کہ داخل بصرہ ہوا مسجد میں چلا گیا۔
تو دیکھا کہ واقعی ایک انبوہ کثیر کا مجمع ہے۔ جس کے درمیان عمرو بن عبید
سیاہ صوف کا ایک شملہ پہنے ہوئے اور دوسرے شملہ کو ردا کی جگہ اوڑھے
ہوئے بیٹھا ہے اور سب لوگ حلقہ کئے ہوئے اس سے علمی مسائل دریافت
کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں بھی آخری صف میں دوزانو بیٹھ گیا پھر عمرو
بن عبید کو خطاب کرکے کہا "ایہا العالم! میں ایک مسافر شخص ہوں۔
کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کروں؟"

ہشام: پہلے مجھے اس سوال کا جواب عنایت ہو کہ آپ کی آنکھیں ہیں؟

عمرو بن عبید۔ صاحب زادہ یہ بھی کوئی سوال ہے جو تم پوچھتے ہو؟

ہشام۔ جو کچھ بھی ہو میرا سوال تو یہی ہے۔ اور اسی کا جواب آپ سے چاہتا ہوں۔

عمرو بن عبید۔ خیر تم کو اختیار ہے جو چاہے پوچھو۔ اگرچہ تمھارا سوال احمقانہ ہی ہو،

ہشام۔ میں تو دریافت کر چکا کہ کیا آپکی آنکھیں ہیں۔ اسی کا جواب عنایت فرمایئے۔

عمرو بن عبید۔ ہاں آنکھیں ہیں۔

ہشام۔ وہ کس کام آتی ہیں۔؟

عمرو بن عبید۔ اس سے لوگوں کی صورت اور چیزوں کے رنگوں کو دیکھتا ہوں۔

ہشام۔ اور آپ کے ناک بھی ہے؟

عمرو بن عبید۔ ہاں ناک بھی ہے۔

ہشام۔ وہ کس کام آتی ہے؟

عمرو بن عبید۔ اس سے خوشبودار چیزوں کی خوشبو اور بدبودار چیزوں کی بدبو سونگھتا ہوں۔

ہشام۔ اور آپ کے زبان بھی ہے؟

ہشام۔ وہ کس کام آتی ہے؟

عمرو۔ اس سے لوگوں سے باتیں کرتا ہوں۔ کھانوں کا مزہ چکھتا ہوں۔

ہشام۔ اور آپ کے کان بھی ہیں؟۔

عمرو۔ ہاں کان بھی ہے؟

ہشام۔ وہ کس کام آتے ہیں ہیں؟

عمرو۔ ان سے آوازوں کو سنتا ہوں۔

ہشام۔ اور آپ کے دل بھی ہے۔؟

عمرو۔ ہاں خداوند عالم نے مجھ کو دل بھی دیا ہے۔

ہشام۔ وہ کون سا کام انجام دیتا ہے؟

عمرو۔ اس کا کام یہ ہے کہ ان اعضائے مذکورہ (آنکھ کان، ناک زبان، ہاتھ پیر وغیرہ) پر جو چیزیں وارد ہوتی ہیں ان میں تمیز کر دے، اور اختلاف ہو تو اختلاف کو رفع کر دے، اور شک کو زائل کر کے یقین عطا کرے۔

ہشام۔ تو کیا یہ کل اعضاء باوجود صحیح و سالم ہونے کے دل کے محتاج ہیں کہ بغیر اس کے اپنے کاموں کو صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتے اور ان میں جو اختلاف ہو اس کو خود رفع نہیں کر سکتے؟"

عمرو۔ نہیں۔ نہیں بابا! ان میں سے کوئی عضو دل سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہے۔

کی پوری قوت رکھتا ہے۔

عمرو۔ صاحبزادہ جب میں کسی چیز کو آنکھ سے دیکھتا یا زبان سے چکھتا یا ناک سے سونگھتا ہوں یا کان سے سنتا ہوں اور اس میں مجھے کوئی شک ہو جاتا ہے کہ میں نے یہ چیز دیکھی یا وہ یا میں نے یہ بات سنی یا وہ تو اس وقت دل کی طرف رجوع کرتا ہوں اور دل جو فیصلہ کر دیتا ہے اس سے شک زائل اور یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

ہشام۔ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ خدا نے دل کو انسان کے بدن میں اس مصلحت سے پیدا کیا ہے کہ انسان کے ظاہری اعضاء میں جو شک پیدا ہو اس کو تمیز کر کے زائل کر دے اور اختلاف سے جو فساد ہو اس کو رفع کرتا رہے۔

عمرو۔ ہاں ایسا ہی ہے۔

ہشام۔ ابو مروان (کنیت عمرو بن عبید) اب آپ انصاف سے یہ بھی فرما دیں کہ خدا نے کسی ایک شخص کے اعضاء و جوارح کو بھی مطلق العنان اور آزاد نہ چھوڑا۔ بلکہ ہر انسان کے بدن میں ایک امام اور سردار (دل) کو پیدا کر رکھا ہے۔ جو ہر وقت ان اعضاء کے اختلافات کو رفع کر کے ان میں امن اور صلح قائم رکھتا ہے۔ اور جو کچھ یہ اعضاء درست پاتے ہیں اس کو اپنے اس امام (دل) سے تصدیق کرا لیا کرتے ہیں اور جس بات میں ان کو شک ہوتا ہے اس کو وہی امام (دل) رفع کر دیا کرتا ہے

ہوتے رہتے ہیں ایسے شدید تحیر اور پریشانی اور فتنہ و فساد میں چھوڑ دیا اور ان کے لئے کوئی امام مقرر نہیں فرمایا کہ جس وقت اور جس امر میں ان لوگوں کو شک اور اختلاف ہوا کرے اس میں اپنے امام کی طرف رجوع کر کے شک کو زائل اور حیرت و پریشانی کو دفع کر لیا کریں۔ اور ان کی معاشرت کی حالت کو وہ امام درست رکھا کرے؟ کیا آپ کی عقل میں یہ بات آتی ہے؟"

ہشام کی اس تقریر کو غور سے سنکر عمرو بن عبید دریائے فکر میں غرق ہو گیا اور لاجواب ہو کر سکوت اختیار کر لیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر ہشام کی صورت دیکھی اور متحیر ہو کر پوچھا۔ "تم ہشام بن الحکم تو نہیں ہو؟"

ہشام۔ واہ ہشام بن الحکم کی بھی خوب کہی۔ وہ کہاں اور میں کہاں!

عمرو۔ اچھا تم ہشام کے شاگرد ہو یا ان کی صحبت میں کبھی رہے ہو؟

ہشام۔ نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔

عمرو۔ پھر تم کون ہو اور تمہارا مکان کہاں ہے؟

ہشام۔ میں ایک مسافر ہوں اور فقیر خانہ کوفہ میں ہے اور وہیں سے آیا ہوں۔"

عمرو۔ تو پھر تم ہشام ہی ہو۔ کیوں چھپاتے ہو!!

یہ کہہ کر عمرو بن عبید اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہشام کو گلے لگا لیا۔ اور اپنی جگہ مسند پر بٹھایا۔

کلام نہیں کیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھ کر یہیں وہاں سے چلا آیا۔

ہشام کی یہ پوری تقریر سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ "تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھیں۔ واللہ تم کو الہام ہوا کیونکہ یہ مضمون تو صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کا ہے"۔ (تاریخ مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۹ صفحہ ۱۲۸ و دیگر کتب تاریخ در جا)

نظام معتزلی سے مناظرہ

ابوالہذیل علاف اور عمرو بن عبید کی طرح ہشام کو ایک اور نامور شخص سے علمی مقابلہ رہا ہے۔ جس کا نام ابراہیم بن سیار نظام تھا۔ اس شخص کے حالات میں مولوی شبلی صاحب اپنی کتاب علم الکلام صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں: "ابوالہذیل کے بعد اس کے شاگرد ابراہیم بن سیار نظام نے جو مامون الرشید کا استاد اور ندیم خاص تھا علم کلام کو نہایت ترقی دی۔ شہرستانی نے ملل و نحل میں اس کی فلسفہ دانی کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں۔ وقد طالع کثیرا من کتب الفلاسفۃ وخلط کلامھم بکلام المعتزلۃ۔۔۔۔
نظام نے فلسفہ میں یہ کمال پیدا کیا تھا کہ ایک موقع پر اس نے جعفر برمکی سے کہا کہ میں نے ارسطو کی ایک کتاب کا رد لکھا ہے۔ اس کے جواب میں جعفر نے کہا کہ تم رد کیا لکھو گے تم تو اس کی کتاب کو پڑھ بھی نہیں سکتے۔ نظام نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ ارسطو کی کتاب کو اول سے آخر تک

عبارت پڑھنی شروع کی اور ساتھ ساتھ اس کا رد بھی کرتا گیا۔

جاحظ کہا کرتا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہزار برس میں ایک شخص ایسا پیدا ہوا کرتا ہے۔ جس کا تمام عالم میں نظیر نہیں ہوتا۔ واقعی اگر یہ صحیح ہے تو یہ شخص نظام ہی تھا۔" انتہی۔

اس بے نظیر معاصر کے مقابلہ میں اگر ہشام کو کوئی علمی فتح نہ حاصل ہوتی جب بھی آپ کے فضل وکمال اور علمی مدراج میں کوئی نقص نہ رہتا کیونکہ نظام کے استاد ابو الہذیل علاف اور عمرو بن عبید ایسے فحول تک پر آپ غالب رہا کئے ہیں۔ لیکن کتب تاریخ ورجال میں ایسے مناظرے بھی مذکور ہیں جو ہشام اور نظام سے ہوئے اور جن میں ہشام کو نظام پر غلبہ ہوتا رہا۔ نمونہ کے لئے ایک مناظرہ نقل کیا جاتا ہے۔

ایک روز نظام نے ہشام سے کہا کہ جو لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور نہ ابدی زندگی اون کو حاصل ہوگی۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو لازم آئے گا کہ خدا کی صفت میں یہ لوگ شریک ہو جائیں۔ اس لئے کہ خدا باقی اور ابدی ہے۔ پس اگر اہل جنت کو بھی اس میں بقا اور ابدی زندگی حاصل ہوگی تو خدا کی بقا اور ان کی بقا میں فرق کیا ہوگا؟

ہشام۔ تم نے یہ کیا کہا۔ بیشک اہل جنت کو بقا اور ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ اور خدا کے مثل بھی نہیں ہوں گے کیونکہ اہل جنت کو جو

کہ جس کو چاہے بقا عطا کرے اور ہمیشہ زندہ رکھے برخلاف خدا کے کہ اس کی بقا کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود باقی ہے۔ لہٰذا خدا کی بقا اور اہل جنت کی بقا میں فرق ہوا اور جب فرق ہوا تو اہل جنت کا باقی رہنا محال کیونکر ہوگا۔ کیا خدا کی قدرت سے باہر ہے۔ کہ وہ اہل جنت کو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رکھے۔

اس جواب سے عاجز ہو کر نظام نے دوسرا پہلو بدلا۔ اور مکابرہ کے طور پر کہا۔

نظام۔ یقیناً محال ہے کہ اہل جنت اس میں ہمیشہ رہیں اور ان کو بقا حاصل ہو۔

ھشام۔ اچھا ہمیشہ نہیں رہیں گے تو پھر کیا ہو جائیں گے۔

نظام۔ کچھ زمانہ کے بعد بے ہوش اور بے حس ہو جائیں گے اور انکو خمود عارض ہو جائے گا۔

ھشام۔ تم نے قرآن مجید میں اس مضمون کی آیتیں تو پڑھی ہوں ہوں گی جن میں مذکور ہے۔ کہ انسان کو وہاں جس امر کی خواہش ہوگی اس کو خدا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے۔ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون (یعنی جس چیز کو تمھارا دل چاہے گا بہشت میں تمھارے لئے موجود رہے گی اور تم جو چیز طلب کروگے وہاں حاضر رہے گی)۔

ہشام۔ پس اب یہ بتاؤ کہ اگر اہل جنت وہاں بقائے ابدی اور حیوۃ سرمدی کی خواہش کریں اور خدا سے اپنے جنت میں ہمیشہ رہنے کا سوال کریں تو خداوند عالم پر اس کے وعدہ کے مطابق واجب ہے یا نہیں کہ کہ ان کی یہ خواہش پوری کرے۔ اور ان کو بقائے ابدی عطا کرے۔ اور اگر کہتے ہو کہ واجب نہیں ہے۔ تو خدا کاذب قرار پائے گا جو محال ہے۔

نظام۔ (گھبرا کر) خداوند عالم لوگوں کے دلوں میں بہشت میں ہمیشہ رہنے کی خواہش پیدا ہی نہ ہونے دے گا۔

ہشام۔ بہت اچھا۔ اب یہ بتاؤ کہ اگر اہل جنت پر بے ہوشی اور بےحسی کا طاری ہونا جائز فرض کر لیا جائے تو کیا ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص جنت میں کسی درخت کے میوہ کو دیکھے۔ اور جب اس میوہ کو توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو وہ درخت اور میوہ جھک آئیں تاکہ اس کے ہاتھ تک پہونچ جائیں۔ اور وہ ان کو توڑ سکے۔ (جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے) پس وہ شخص ایک ہاتھ کو کسی میوہ پر رکھ کر دوسرے ہاتھ کو درخت کے میوہ پر توڑنے کے لئے رکھے اور ابھی توڑنے نہ پائے۔ بلکہ دونوں ہاتھوں سے دونوں پھلوں کو پکڑے ہو کہ اسی حالت میں اس کو بے ہوشی اور بےحسی طاری ہو جائے (کیونکہ ہمیشہ تو وہ لوگ جنت میں تمھارے خیال کے مطابق رہیں گے نہیں اور بے ہوشی کے قبل خدا ان کو کوئی اطلاع دے گا نہیں) اور دونوں درخت بلند ہو جائیں اور یہ شخص اسی حالت سے لٹک جائے تو بس کیا اہل

ہے کہ جنت میں کسی کو سولی نہیں دی جائے گی اور تمھارے اعتقاد کی بنار
پر سولی دیا جانا جائز ثابت ہوتا ہے کیونکہ جس وقت وہ لوگ بے ہوش ہونگے۔
اس وقت جنت کے کسی نہ کسی عیش اور راحت میں ضرور رہیں گے۔ جس
میں یہ صورت بھی داخل ہے جسے میں نے ذکر کیا۔ پس ضرور ہے کہ
اس سے سولی دیے جانے کا جائز ہونا بھی ثابت ہو۔

نظام۔ (لاجواب ہوکر) میں اس صورت ہی کو نہیں فرض کرتا۔
بلکہ اس کا واقع ہونا محال ہے۔

ہشام۔ کیا خوب! اگر بے ہوشی محال مذکور (یعنی لٹک جانے اور
سولی پانے) کو مستلزم ہے۔ تو پھر یہ کیوں نہیں کہتے کہ جو امر اس محال کو
مستلزم ہے (یعنی بیہوشی۔ جو سولی پانے کو مستلزم ہے) وہ خود بھی محال
ہو اور اہل جنت کو بے ہوشی نہ طاری ہو۔ بلکہ ان کو جنت میں ابدی
زندگی عطا ہو۔ جیسا کہ کلام مجید کی آیات کثیرہ سے ثابت ہے جیسے ارشاد
ہے۔ هم فيها خالدون. كل فيها خالدون. لا يسمعون
حسيسها وهم في ما اشتهت انفسهم خالدون. کہیں ہے
لهم فيها ما يشاؤن خالدين:۔ ان سب کا مطلب یہی ہے کہ جو
بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ کہ کبھی اس
میں سے نہ نکلے گا۔ اس جواب سے عاجز ہوکر نظام خاموش
ہو گیا۔

ہے کہ ان علوم میں بطور استاد کے تسلیم اور مثل امام فن کے یاد کیا جاتا
ہو۔ ایسے خفیف مسائل میں ایسی فاش لغزشوں کا مرتکب ہو۔ یہ اثر
ہے۔ اسی تمرد اور کفران نعمت کا کہ راسخون فی العلم سے یہ لوگ اعراض
کرتے یہ دوسروں کی طرف رجوع کرتے ہیں یا ثمرہ ہے۔ اس حکم خدا کی مخالفت
کا جو فرماتا ہے۔ ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا و
لکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ
لعلکم تفلحون (یعنی یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ کہ گھروں میں ان کے پشت سے
داخل ہو۔ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے اور گھروں میں ان کے
پشت سے داخل ہو بلکہ نیکی اس کی ہے۔ جو پرہیزگاری کرے اور گھروں
میں ان کے دروازوں کی طرف سے آؤ۔ اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم
مراد کو پہونچو) کیونکہ تفاسیر فریقین سے ثابت ہے کہ اس میں حکم اس کا ہے
کہ تم لوگ علم اہل علم سے حاصل کرو۔ جاہلوں سے نہیں حاصل کرنا چاہیے۔



ہشام پر اتہامات

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عباسی دور خلافت کی ابتداء میں علم کلام کی شروعات ہوئی۔ اس زمانہ میں بہت سے مذاہب معرض وجود میں آ گئے تھے۔ اختلافات و نزاعات کی بھرمار تھی۔ علمی حلقوں میں زیادہ تر کلامی مسائل زیر بحث رہا کرتے تھے۔ خلفاء کی بارگاہوں میں مسجدوں میں بلکہ راستوں تک میں بحث و مباحثہ ہوا کرتا۔

فرقہ معتزلہ علم کلام میں بہت پیش پیش تھا وہ اکثر اہم مسائل میں مباحثہ کیا کرتے اور اپنے مخالفین سے ٹکراتے رہتے تھے۔ امامت و سیاست کے متعلق بھی ان کے درمیان اختلافات تھے۔ ان نظریات و افکار نے ایک عجیب ہیجانی فضا اور علمی جنگ و جدال کی صورت پیدا کر رکھی تھی۔ جو اس زمانہ میں بھی شد و مد سے جاری رہی اور بعد کے زمانوں میں بھی ہشام ان معتزلیوں کے سخت خلاف تھے۔ ہر معرکہ میں ان کا پلہ بھاری رہتا علم کلام میں انھیں غیر معمولی شہرت بھی حاصل تھی وہ اکثر علمی حلقوں میں پہونچ جاتے اور ان علمی حلقوں کے شیوخ و اساتذہ سے ایسے سوالات کرتے اور ایسے ایسے امتحانات لیتے کہ کسی سے جواب بن نہیں پڑتا چونکہ ہر موقع پر کامیابی انھیں کو نصیب ہوتی اسی لئے ان پر معتزلیوں نے بہت سے نازیبا اتہامات عائد کئے۔ جاحظ ہشام کے سخت دشمن تھے

طرف منسوب کردیں۔ ابن قتیبہ نے مختلف الحدیث میں ان من گھڑت باتوں کو بطور مسلمات ذکر کر ڈالا یہی حرکت خیاط معتزلی نے اپنی کتاب الانتصار میں کی ہے۔

ہشام کو یہ تہمتیں کیوں لگائی گئیں۔ تاریخ کے کسی طالب علم سے مخفی نہیں یہ ساری تہمتیں نفسانیت اور معاندانہ جذبات کی پیداوار اور ہشام کے دشمنوں کی حقیقت کو مسخ کرنے کی کوشش ہے یا یہ کہا جائے کہ ہشام کے زمانہ میں ارباب فہم و دانش کے خلاف حکومت کی طرف سے جو غلط پروپیگنڈے ہوتے تھے۔ انھیں پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ہشام طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے گئے۔ ہشام کے خلاف غلط پروپیگنڈوں کی خاص وجہ بھی تھی اور وہ یہ کہ ہشام ائمہ اثنا عشر کی امامت کے قائل و معتقد تھے جب کہ حکومت وقت ان کے نام و نشان مٹانے کے درپے تھی۔

عوام الناس سیاسی بازی گروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ارباب سیاست پس پردہ مذہبی اختلافات کو بڑھانے کی انتھک کوشش کرتے تھے کہ جتنا ہی مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی اپنا مطلب پورا ہوگا۔ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ کا قانون بہت پرانا قانون ہے۔ یہی روش سلاطین بنی امیہ کی رہی۔ ان کے بعد جب بنی عباس آئے تو انھوں نے بھی یہی روش اختیار کی۔ ہم کسی موقع پر کہہ چکے ہیں کہ شیعوں کی عداوت منطق و استدلال کے حدود سے باہر ہو کر ہوا و ہوس اور افتراء و بہتان کے حدود میں

شیعوں کے عقائد کی ایسی تصویر کشی کرتے کہ اس وقت کی سیاست ان عقائد کو برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی۔ خصوصیت کے ساتھ امامت کے متعلق شیعوں کے عقائد۔

شیعوں پر کیسے کیسے حملے کئے جاتے تھے ان پر کیسی کیسی تہمتیں لگائی جاتی تھیں۔ ان کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہم تو صرف ان اتہامات کے چند نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں جو ہشام پر ان کے مخالفین نے لگائے وہ ہشام جو شیعوں میں بڑی منزلت کے بزرگ تھے۔ اور جنھوں نے مذہب شیعہ کی حقیت پر ایسے ایسے دلائل و براہین پیش کئے کہ اس زمانہ کے تمام علمائے اسلام ان کا جواب دینے سے قاصر رہے۔

(۱) عبدالقاہر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ مذاہب مشبہہ کے بیان میں لکھتے ہیں۔"

انھیں مذاہب مشبہہ میں سے فرقہ ہشامیہ بھی ہے جو ہشام بن حکم رافضی کی طرف منسوب ہے۔ ہشام اپنے معبود کو انسان سے تشبیہ دیتے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ خداوند عالم سات بالشت کا ہے وہ جسم بھی رکھتا ہے وہ جسم طویل و عریض و عمیق اور رنگدار ہے وہ چکھتا بھی ہے اور سونگھتا بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ تہمت و بہتان تراشی ہے عبدالقاہر کی ہشام پر۔ ہم اس پر تبصرہ کرنا

بعد عبد القاہر کے اس قول کا جائزہ لے۔ اسے یہ سمجھنے میں ذرا بھی دشواری
نہ ہوگی۔ کہ یہ ہشام پر تہمت ہی تہمت ہے۔ عبد القاہر کے بعد جو علماء آئے
انھوں نے بھی عبد القاہر کی تقلید کرتے ہوئے تہمت تراشی کی یہی
روش اختیار کی۔

(۲) محمد بن احمد بن عبد الرحمان الملطی الشافعی المتوفی ۳۷۷ھ اپنی
کتاب التنبیہ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں۔

" اٹھارہواں فرقہ امامیہ کا اصحاب ہشام بن حکم ہیں جو ہشامیہ
کے نام سے مشہور ہیں اور یہی لوگ رافضی ہیں جن کے
متعلق روایات میں مذکور ہے کہ انھوں نے علی کی محبت میں
دین ترک کر دیا تھا۔ جھوٹے ہیں خدا و رسولؐ اور اصحاب رسولؐ
کے دشمن، علی کا دوست دار وہ ہے جو علی کے علاوہ دوسرے
صحابہ کو بھی دوست رکھتا ہے۔ یہی لوگ (فرقہ ہشامیہ) ملحد
بھی ہیں اس لئے کہ ھشام ملحد اور دہری تھے۔ پھر وہ بادل ناخواستہ
مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ تشبیہ اور رفض کے
قائل رہے۔ رہ گیا ہشام کا عقیدہ امامت تو ہمارا خیال ہے کہ
جیسا عیب ہشام نے علی کو لگایا ویسا کسی نے نہیں لگایا۔
خداوند عالم نے علی اور اولاد علی سے تمام عیوب دور رکھے اور ان
کو یوں پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق

وہ صرف اس لئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کہ اسلام و توحید و نبوۃ کے ارکان کو منہدم کر ڈالیں"۔

یہ ہے قول ملطی کا۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ نے ہشام کے متعلق یہ باتیں کہاں سے لکھیں کس سے سنیں کس کتاب میں دیکھیں کیا دوسروں کی تقلید میں یہ باتیں لکھ ڈالی ہیں یا ہشام کی عداوت نے یہ لفظیں آپ سے لکھوائی ہیں۔ اس کا جواب وہ یہ دیں گے کہ ہم نے یہ نتائج ہشام کے اقوال و مزعومات سے حاصل کئے ہیں۔ ان کے اقوال و مزعومات ہی نے ان کو دین سے خارج کیا۔ اور الحاد و زندقہ سے متہم کیا چنانچہ یہ ملطی ان مذکورہ بالا سطور کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ہشام کہا کرتے کہ پیغمبر نے علی کی امامت پر اپنی زندگی ہی میں نص کر دی تھی۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ نیز ارشاد فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ نیز ارشاد فرمایا۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا نیز تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ۔

تم تاویل قرآن کے متعلق اسی طرح جہاد کرو گے جس طرح میں نے اس کی تنزیل کے متعلق جہاد کیا۔ اور علی وصی پیغمبرؐ اور آپ کی وزیت ہیں آپ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کی امت میں آپ کے جانشین ہیں۔ ... وہ تمام امت سے افضل و اعلم ہیں ان

خلق کا امام مقرر کیا اور ان کی امامت اسی طرح منصوص ہے جس طرح قبلہ اور دیگر فرائض الخ۔

یہ اقوال ہیں ہشام کے جن سے ملطی نے ان کے بارے میں وہ نتائج نکالے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا۔ ہشام بن حکم ان ملطی کے نزدیک دشمن اسلام تھے ملحد تھے۔ انھیں ایمان سے کوئی واسطہ نہ تھا اس لئے کہ وہ علی کی امامت بالنص کے قائل تھے اور انھیں رسول اللہ کا خلیفہ سمجھتے تھے۔

کون پوچھے ان ملطی صاحب سے کہ ہشام کے ان مزعومات اور اور اقوال میں کون سی بات غلط ہے۔ اور کونسی چیز ایسی ہے جس کا ذکر خود آپ کے اجلہ علمانے اپنی حدیث و تفسیر کی کتابوں میں نہیں کیا۔ اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ علی کو ہشام نے وہ عیب لگایا جو کسی نے نہیں لگایا تو وہ کون سا عیب ہشام نے لگایا۔ کیا یہی احادیث پیغمبرؐ جو آپ کے صحاح وسنن ومسانید میں بکثرت راویوں سے مروی ہیں اور بڑے بڑے علماء نے ان حدیثوں کی صحت تسلیم کی ہے۔ انھیں احادیث پیغمبرؐ کو صحیح تسلیم کرنا علی کو عیب لگانا ہے۔

(۲) علامہ ابن حجر لسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۱۹۴ پر لکھتے ہیں۔

"ابو محمد ہشام بن حکم شیبانی کوفہ کے رہنے والے تھے یہ بزرگ ترین اور مشہور ترین رافضیوں سے ہیں۔ یہ خدا کے جسم کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ میرا پروردگار میرے بالشت سے سات بالشت کا ہے۔ اور ان کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ

اسی طرز و اسلوب سے ہشام کے تمام مخالفین اور ان سے تعصب رکھنے والوں نے ہشام کا ذکر کیا ہے۔ تحقیق و تلاش سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ علمائے اہل سنت نے ہشام کے متعلق جتنی بھی تہمت تراشیاں کی ہیں وہ سب جاحظ کی ایجاد کردہ ہیں۔ جاحظ ہشام کے سخت ترین دشمن تھے۔ کیونکہ جاحظ معتزلی المسلک تھے۔ اور ہشام نے معتزلیوں کی دھجیاں اڑادی تھیں اور ایسے ایسے اعتراضات ان پر کئے تھے کہ کسی سے بھی جواب بن نہ پڑا۔ انھوں نے ہشام پر ایک سے ایک تہمت لگائی اور نت نئی بہتان تراشیاں کیں۔ بعد کے آنے والوں نے جاحظ کی پیروی کرتے ہوئے انھیں کے خیالات کو اپنے لفظوں میں بیان کر دیا۔ جاحظ اپنی ہٹ دھرمی اور زبردستی اور دوسروں کا مذاق اڑانے میں کافی بدنام ہیں۔ چنانچہ ازراہ تمسخر و استہزا ہشام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ہشام فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ میرا معبود میری بالشت سے سات بالشت کا ہے اسکے لئے لمبائی چوڑائی بھی ہے۔ اس کی چوڑائی اتنی ہے جتنی اس کی لمبان،

جاحظ کے اتہامات محتاج جواب نہیں۔ اس لئے کہ جاحظ کی ہشام دشمنی سے زمانہ واقف ہے۔

چونکہ جاحظ ہشام کے سب سے بڑے دشمن تھے اور وہی جڑ بنیاد ہیں ان تمام اتہامات کی جو ہشام پر لگائے جاتے ہیں اس لئے ضروری



علامۂ جاحظ

عمرو بن محبوب کنانی معروف بہ جاحظ ۲۵۰ھ یا ۲۵۵ھ میں انتقال ہوا۔ یہ نظام معتزلی کے شاگرد فرقہ معتزلہ کے اکابر اور انکے متکلمین سے تھے وسعت نظر اور علمی جلالت میں انھیں شہرت حاصل ہوئی مختلف علوم و فنون میں بے شمار کتابیں لکھیں۔ حکام و امراء اور خلفاء کے خاص منظور نظر تھے ان کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کیلئے بہت سی کتابیں اور رسائل تالیف کئے اور ان کتب و رسائل میں ان حکام و خلفاء کی جانبداری ان کے نظریات و عقائد کی حمایت کی اور ان کے مخالفین کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی تاکہ انعام و اکرام زیادہ حاصل کریں ہم کو ان کی وسعت علمی اور کثرت اطلاع سے بحث کرنا مقصود نہیں۔ ہم صرف یہ جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ کیا علامۂ جاحظ حق کے حامی اور اپنے طرز استدلال اور دلائل و براہین سے حقیقت کے جویا تھے۔ یا ان کی ساری علمی قابلیت ایک خاص غرض کے حصول کے لئے وقف تھی۔ اس کا پتہ ہمیں اس وقت چلتا ہے جب علم رجال کے ماہرین کے ان اقوال پر نظر کرتے ہیں جو انھوں نے جاحظ کی تعریف و توصیف میں کہے۔

ابو جعفر اسکافی جو بزرگ ترین علمائے معتزلہ میں سے تھے جاحظ

متعلق لکھتے ہیں۔

"جاحظ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور ان کے دینی عقائد کچھ ہوتے ہیں عقل ان کی رقیب ہے، اور ان کے دعوے باطل ہیں۔ ان کی بات بے وزن، ان کا قول لغو اور مطلب صرف لفاظی ہے۔ کلام لہو و لعب ہے۔ ایک بات کہتے ہیں پھر اس کے خلاف کہہ ڈالتے ہیں۔ ایک بات عمدہ کہتے ہیں پھر اسکی ضد پیش کر دیتے ہیں۔ ان کے نفس کو کوئی چیز نصیحت کرنے والی نہیں۔ اور نہ ان کے دعوؤں کی کوئی حد ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صـ ۲۶۷)

ابن ابی داؤد کہتے ہیں:۔

"جاحظ کے ظرف پر مجھے بھروسہ ہے۔ مگر ان کے دین پر مجھے بھروسہ نہیں" (تاریخ بغداد جلد ۱۷۔ صـ ۲۱۸)

ذہبی لکھتے ہیں:۔

"جاحظ اہل بدعت سے تھے"

ثعلب کہتے ہیں:۔

"جاحظ نہ ثقہ ہیں نہ قابل اعتماد یہ کذاب تھے خدا اور رسول اور لوگوں کے متعلق افتراء و بہتان کیا کرتے تھے۔

ابو المنصور تہذیب اللغۃ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

طرف منسوب کر کے وہ باتیں بیان کی ہیں جو انھوں نے نہیں کہیں
ان میں ایک جاحظ ہیں۔ وہ قوت گویائی رکھتے، شیوہ بیان
خطیب تھے۔ بہت سے علوم و فنون میں انھیں دخل تھا۔
سوا اس کے کہ اہل علم نے انھیں دھتکارا اور سچائی سے
انھیں دفع کیا ہے"۔

خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے کہ:۔ جاحظ نماز نہیں پڑھتے تھے۔
(لسان المیزان جلد ۴ صـ۳۵۶)

اسکندری کہتے ہیں کہ:۔

جاحظ عثمانی المسلک تھے۔ علی کے مخالف اور عثمان کو علی پر فضیلت
دیا کرتے تھے (تاریخ آداب اللغۃ صـ۸۴)

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ:۔

جاحظ آخری متکلم ہیں۔ طرز استدلال ان کا بہت عمدہ ہوتا۔
وہ بڑے کو چھوٹا اور چھوٹے کو بڑا ثابت کر دیتے۔ اتنی مہارت
انھیں حاصل ہو گئی تھی کہ وہ ایک بات لکھتے پھر اس کا جواب
لکھ ڈالتے۔ کبھی عثمانیوں کی طرف سے رافضیوں کے خلاف
دلائل پیش کرتے اور کبھی زیدی شیعوں کو عثمانیوں اور اہل
سنت سے افضل ثابت کرتے ... کبھی علیؑ کو مقدم و افضل
ثابت کرتے۔ کبھی انھیں موخر قرار دیتے۔ کبھی ایسی کتابیں

اکٹھا کر دیتے۔ اور جب ان کی رد لکھتے تو دلائل پیش کرنے میں
کوتاہی دکھاتے۔ گویا ان کی غرض عیسائیوں کو ان کے دلائل
سے آگاہ کرنا اور کمزور مسلمانوں کو شک میں مبتلا کرنا ہوتا۔
آپ ان کی کتابوں میں ہنسنے ہنسانے والی باتیں۔ اور
بیہودگیاں بھی دیکھیں گے۔ جس سے ان کی غرض نوجوانوں
اور شراب پینے والوں کو اپنا طرفدار بنانا ہوتا۔ حدیثوں کا ایسا
مذاق اڑاتے جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

اسی سلسلہ میں ابن قتیبہ کہتے ہیں :۔

ان سب کے ساتھ وہ روایت میں سب سے بڑے جھوٹے
حدیث میں سب سے کمزور اور باطل کے بہت بڑے مددگار تھے (مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۷۱ و ۷۲)۔

یہ کیفیت تھی علامہ جاحظ کی ان کی اس کیفیت ہی سے ناظرین
اندازہ کر سکتے ہیں کہ انھوں نے نیکو کار مسلمانوں پر کیسے کیسے ناحق
اعتراضات اور رکیک حملے کئے ہوں گے۔ اور غلط سلط اتہامات لگائے
ہوں گے۔ ان کی طبیعت کو ایک حال پر قرار ہی نہیں رہتا اور نہ ان کے
تلون اور تغیر کی کوئی حد تھی۔ جاحظ ادب میں بڑے پایہ کے مالک
تھے۔ انھیں دوسروں کا مذاق اڑانے کا بڑا ملکہ حاصل تھا۔ اپنے جی
سے گھڑ کر اقوال بنانے پر بڑی قدرت رکھتے تھے۔ اُن کے اقوال

اس کی پرواہ نہ تھی۔ آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے متناقض امور اور متفرق چیزوں کا ایک دوسرے سے جوڑ ملا دیا ہے۔ دن کو رات سے ہم آغوش کر دیا ہے۔ اور نور کو ظلمت سے وابستگی پیدا کر دی ہے۔

ہمارا اندازہ ہے کہ جب طرف جاحظ کا جی چاہتا ہے اس طرف جھک پڑتے اور جیسے حالات ہوتے انھیں کے مطابق کام کرتے۔ ایک جگہ آپ دیکھیں گے کہ وہ حقیقت وواقعہ کی مخالفت کر رہے ہیں تو دوسری جگہ دیکھیں گے کہ وہ حقیقت کی طرف پلٹ آئے اور اس کے ثابت کرنے میں اپنی طاقت صرف کر دی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حقیقت سے انحراف اور واقعہ کی مخالفت ہیں۔ وہ زیادہ تر تکلف سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے بہت سے متناقض اور متضاد امور میں رسائل لکھے جو ان کی عدم استواری اور پریشان خیالی کا ثبوت ہیں وہ کبھی عثمانی لوگوں کی حمایت کرتے ہیں اور حضرت علیؑ کو فضیلت میں عثمان کے بعد ٹھہراتے ہیں۔ معاویہ بن ابی سفیان کی تعریف کرتے ہیں۔ علیؑ اور ان کے پیرؤوں کی منقصت کرتے ہیں۔ اپنی ہوا و ہوس کی پیروی اور عصبیت کی بنا پر آل مروان اور بنی امیہ کی امامت کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر اپنے ہوا و ہوس کے بندھنوں سے آزاد ہو کر عقل و شعور کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اور بنی امیہ کی منقصت میں پورا رسالہ لکھ ڈالتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتے اور معاویہؓ کو ظالم و سفاک حکومت میں حق سے منحرف اور

علی کی افضیلت وحمایت میں انھوں نے متعدد رسالے لکھے اور ادلہ
و براہین کے ڈھیر لگادیے اور صاف صاف تصریح کی ہے کہ اب انھیں
سمجھ آگئی ہوا و ہوس کے بندھنوں سے آزاد ہو گئے اور شک و وہم
ترک کر کے یقین کے درجہ تک پہونچ گئے۔ ہم یہاں ان کا وہ رسالہ
ذکر کرتے ہیں جس میں انھوں نے علیؑ کو تمام امت سے افضل ثابت
کیا ہے۔ اس رسالہ کو علامۂ اردبیلی نے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے

جاحظ کا رسالہ

علامۂ جاحظ لکھتے ہیں:-

یہ نوشتہ ہے اس کا جو شک و گمان سے کنارہ کش
ہوا و ہوس اور خالی خولی دعووں سے علیحدہ ہو چکا ہے۔
اور یقین کو پا لیا ہے۔ خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور بعد
پیغمبرؐ امت کے اجماع پر اسے پورا اعتماد ہے۔ یہ نوشتہ
مشتمل ہے۔ کتاب و سنت پر اس میں آرا و خیالات سے کام
نہیں کیا گیا۔ کیونکہ نظریات و خیالات غلط بھی ہوتے ہیں اور
صحیح بھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق و
اجماع ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے جنگ بدر کے اسیروں کے
متعلق [illegible] آنحضرت نے اتفاق

کلام مجید کی یہ آیت اتری۔ ما کان لنبی ان یکون لہ
اسری حتی یثخن فی الارض، تریدون
عرض الدنیا واللہ یرید الاخرہ (نبی جب تک کہ
روئے زمین پر (کافروں کا) خون نہ بہائے۔ اس کے یہاں
قیدیوں کا رہنا مناسب نہیں۔ تم لوگ تو دنیا کے سازوسامان
کے خواہاں ہو اور خدا تمھارے لئے آخرت کی بھلائی کا
خواہاں ہے)

جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسولؐ نے اصحاب سے
مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے کہا یہ لوگ آپ کی قوم کے
ہیں اور رشتہ دار ہیں۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے۔ حضرت
حمزہ نے کہا یہ لوگ مشرکوں کے پیشوا ہیں۔
انھوں نے آپ کو شہر بدر کیا ہے۔ ان پر رحم مناسب نہیں حکم دیجئے
کہ گردن ماری جائے سعد بن معاذ نے کہا ان سب کو ایک گڑھے میں
ڈال کر اوپر کوڑا رکھ کر آگ لگا دیجئے حضرت رسولؐ نے فرمایا تین حال
سے خالی نہیں یا یہ لوگ فدیہ دیں یا اسلام قبول کریں یا قتل کیے جائیں
مگر کچھ اصحاب نے فدیہ لے کر سب کو چھوڑ دیا اور کسی کو قتل نہ کیا
دوسرے روز حضرت رسول کو دیکھا کہ بہت رنجیدہ بیٹھے ہیں حضرت
ابوبکر نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی کہ رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی ۔ رائے یقین نہیں پیدا کرتی ۔ اصل حجت خدا اور رسول کے لیے ہے اور امت کے اجماع کے لیے جو کتاب خدا اور سنت نبوی کی روشنی میں ہو ۔ ہم نے پیغمبرؐ کا زمانہ نہیں پایا نہ کسی صحابی کا جنکی حقیقت کے متعلق امت میں اختلاف واقع ہے اس لیے ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ کون اولیٰ تھا تاکہ ہم مطابق حکم خدا وندی کونوا مع الصّادقین ۔ ان کے ساتھ ہوں نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون باطل پر تھا تاکہ ہم اس سے کنارہ کش رہیں ۔ ہم بالکل ناواقف تھے یہاں تک کہ ہم نے علم حاصل کیا اور دین کی معرفت اور اہل صدق و حق کو جاننے کے خواہاں ہوئے ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اختلاف کے لحاظ سے لوگ دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں ۔

ایک فرقہ کہتا ہے کہ پیغمبرؐ بغیر کسی کو اپنا جانشین مقرر کیے انتقال کر گئے اور اپنی خلافت کا معاملہ مسلمانوں کے اختیار پر چھوڑ دیا ۔ چنانچہ انھوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ۔

دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ پیغمبر نے علی کو اپنا جانشین بنایا اپنے بعد مسلمانوں کے لیے امام قرار دیا ۔

[illegible]

معلوم کرنے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی کوشش کی ہم نے دونوں فریق سے پوچھا۔ کیا لوگوں کے لیے کوئی حاکم و سردار ضروری ہے جو ان کی عیدوں کو قائم کرے انکی زکوٰۃ وصول کرے اور اس زکوٰۃ کو مستحقین میں تقسیم کر دے ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دے اور کمزور کا حق طاقتور سے وصول کرے اور حدود کو قائم کرے۔

دونوں نے کہا۔ ہاں بغیر اس کے چارہ نہیں۔

ہم نے پوچھا۔ کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بغیر کتاب و سنت کا لحاظ کیے کسی کو منتخب کر لے؟

دونوں نے کہا۔ بغیر کتاب خدا، سنت رسولؐ کو پیش نظر رکھے کسی کو منتخب کرنا جائز نہیں!

ہم نے دونوں فریق سے پوچھا۔ وہ اسلام کیا ہے جس کا خدا نے حکم دیا ہے؟

دونوں نے کہا۔ شہادتین۔ اور پیغمبرؐ جو خدا کے پاس سے احکام لے کر آئے ان کا اقرار، نماز، روزہ، حج بشرط استطاعت، اور قرآن کے حلال وحرام پر عمل۔

ہم نے یہ بات تسلیم کی۔ کیونکہ دونوں فریق کا اس پر اتفاق تھا پھر ہم نے دونوں فریق سے پوچھا۔ کیا بندگان خدا میں کچھ پسندیدہ افراد بھی ہیں جنھیں خدا نے منتخب اور برگزیدہ قرار دیا ہے۔؟

دونوں نے کہا۔ ہاں۔

انھوں نے کہا۔ ارشاد آلہی۔ وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ من امرھم: تمھارا پروردگار خلق کرتا ہے۔ اور وہی منتخب کرتا ہے۔ بندوں کو اپنے معاملات میں کوئی اختیار نہیں۔

میں نے پوچھا۔ وہ پسندیدہ لوگ کون ہیں؟

دونوں نے کہا۔ وہ متقین ہیں۔

میں نے پوچھا۔ اس کی دلیل؟۔

دونوں نے کہا۔ ارشاد آلہی۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم: تم میں خدا کے نزدیک معزز و محترم وہی ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ کیا متقین میں بھی کچھ لوگ منتخب ہیں۔؟

دونوں نے کہا۔ ہاں وہ مومنین جو اپنے اموال سے جہاد کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد آلہی ہے۔ فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ۔ خداوند عالم نے ان لوگوں کو جو اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت بخشی ہے۔

میں نے پوچھا۔ کیا مجاہدین میں بھی کچھ لوگ منتخب ہیں۔؟

دونوں نے کہا۔ ہاں وہ مہاجرین جنھوں نے جہاد کی طرف سبقت کی جیسا کہ ارشاد آلہی ہے۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ کے پہلے جہاد کیا۔ اور راہ خدا میں اپنا

یہ سب کچھ کیا۔

ہم نے لوگوں کی یہ بات بھی مان لی۔ کیونکہ دونوں فریق کا اس پر اجماع تھا۔ ہم نے یہ جان لیا کہ خلق خدا میں برگزیدہ وہ مجاہدین ہیں جنھوں نے جہاد میں سبقت کی۔ پھر ہم نے پوچھا۔

کیا ان جہاد میں سبقت کرنے والے مومنین سے بھی کچھ لوگ برگزیدہ وافضل ہیں؟"

انھوں نے کہا۔ ہاں۔

میں نے پوچھا۔ وہ کون؟"

انھوں نے کہا۔ وہ مومنین جنھوں نے جہاد۔ حرب وضرب اور قتل میں زیادہ زحمتیں اٹھائیں۔ اس کا ثبوت یہ ارشادات خداوندی ہیں من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ جو شخص ذرہ برابر بھی نیک کام کرے گا اس کا اجر پائے گا۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ۔ اپنے لئے جو نیکیاں پہلے سے کر جاؤ گے وہ نیکیاں خدا کے یہاں پاؤ گے"

ہم نے ان لوگوں کی باتیں مان لیں اور یہ سمجھ لیا۔ . . . کہ منتخب وبرگزیدہ افراد میں وہ لوگ زیادہ برگزیدہ وافضل ہیں جنھوں نے جہاد میں زیادہ زحمتیں اٹھائیں اطاعت الٰہی میں اپنی جان زیادہ صرف کی اور دشمنان خدا کو زیادہ قتل کیا۔ ہم نے ان دونوں فریق سے پوچھا۔ ابوبکر و

اور راہ خدا کی آزمائشوں میں کون زیادہ بہتر تھا۔

دونوں فریق نے متفقہ طور پر کہا علی ابن ابی طالب جہاد و قتال میں

اور دین خدا اور پیغمبرؐ کی حمایت و مدافعت میں زیادہ تھے۔

تو ان دونوں فریق کے اجماع و اتفاق اور کتاب و سنت کے دلائل

سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ علی افضل تھے،

پھر ہم نے ان دونوں فریق سے پوچھا کہ متقین میں کون لوگ زیادہ

برگزیدہ و منتخب ہیں؟"

دونوں نے کہا۔ خاشعین جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ وازلفت الجنة

للمتقين غير بعيد هذا ما توعدون لكل اواب حفيظ من

خشى الرحمان بالغيب وجاء بقلب منيب:۔

نیز ارشاد الٰہی ہے۔ اعدت للمتقين الذين يخشون ربهم

پھر ہم نے پوچھا۔ خاشعین کون لوگ ہیں؟"

دونوں نے کہا کہ علماء ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء:۔ پھر ہم نے پوچھا لوگوں میں اعلم کون ہے؟"

دونوں نے کہا۔ وہ شخص جو اقوال خدا اور رسول کا زیادہ عالم ہو حق کی

طرف زیادہ ہدایت یافتہ ہو اور تقلید کئے جانے کا زیادہ سزاوار ہو اور

خود کسی کا تابع نہ ہو۔ ارشاد الٰہی ہے۔ یحکم بہ ذوا عدل منکم:۔ دو

صاحبان عدل فیصلہ کریں تو خدا نے فیصلہ کا حق صاحبان عدل کو

ہم نے یہ باتیں تسلیم کیں۔ اور پوچھا۔ تمام لوگوں میں عدل کا جاننے والا کون ہے۔؟

دونوں نے کہا۔ جو سب سے زیادہ عدل کی طرف رہبری کرنیوالا ہو۔ "میں نے پوچھا تو عدل کی طرف سب سے زیادہ رہبری کرنے والا کون ہے۔"؟

دونوں نے کہا وہ جو حق کی طرف سب سے زیادہ ہدایت یافتہ تھا اور اطاعت کئے جانے کا زیادہ سزاوار۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی جو شخص حق کی طرف ہدایت کرے وہ شخص زیادہ قابل اتباع ہے یا وہ شخص جو خود ہدایت یافتہ ہونے میں دوسروں کی ہدایت ورہبری کا زیادہ محتاج ہو۔

تو کتاب وسنت اور اجماع تینوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر کے بعد علی ابن ابی طالبؑ تمام اُمت میں افضل تھے۔ اس لئے کہ جب آپ جہاد میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے رہتے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ تقویٰ میں بھی سب سے زیادہ تھے۔ اور جب تقویٰ میں سب سے زیادہ تھے تو خوف خدا میں بھی سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ اور جب خوف خدا میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے تو سب سے بڑھ کر عالم بھی تھے۔ اور سب سے بڑھ کر عالم تھے تو سب سے زیادہ عدل کی طرف رہبری کرنے والے بھی تھے۔ اور جب سب سے زیادہ عدل کی طرف رہبری کرنے والے تھے

جب سب سے زیادہ حق کی طرف ہدایت کرنیوالے تھے تو وہی سزاوار اس کے ہیں کہ انکی

اطاعت کی جائے۔ اور وہی حاکم ہوں۔ نہ کہ وہ کسی کے محکوم اور کسی کے

مطیع ہوں۔

پیغمبر خدا کے بعد امت نے اس پر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت

نے اپنے مرنے پر کتاب خدا چھوڑی اور لوگوں کو حکم دیا کہ جب کوئی گتھی

پڑے تو اس کی طرف رجوع کریں نیز سنت نبوی کی طرف دونوں میں

غور و تدبر کر کے قطعی حکم معلوم کریں۔

پس جب کوئی پڑھنے والا اس آیت کو پڑھتا ہے۔ وربک یخلق

ما یشاء تمھارا پروردگار ہی خلق کرتا ہے اور وہی منتخب کرتا ہے

تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اسے ثابت کرو کہ خدا ہی منتخب کرتا ہے۔

پڑھنے والا یہ آیت پڑھتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم: تم میں

معزز ترین خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہو اور

عبداللہ ابن مسعود صحابی اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے۔ ان خیرکم

عند اللہ اتقاکم: تم میں بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے

والا ہو۔ نیز ارشاد آلہی ہے: وازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید ھذا

ما توعدون لکل اواب حفیظ من خشی الرحمان بالغیب

تو یہ آتیں بتاتی ہیں کہ متقین لوگ ہی خاشعین یعنی خدا سے ڈرنے والے ہیں

پھر پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچتا ہے۔ انما یخشی اللہ

کہ اور پڑھو تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ علماء دوسروں سے افضل ہوتے ہیں یا نہیں۔ جب پڑھنے والا اس آیت پر پہونچتا ہے۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون: "کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو جانتے نہیں برابر ہو سکتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ علماء دوسروں سے افضل ہیں۔"

پھر پڑھنے والے سے کہا جاتا ہے اور پڑھو۔ جب وہ اس آیت پر پہونچتا ہے۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھیں علم دیا گیا، خدا ان کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔

تو اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ خداوند عالم نے علماء کو منتخب کیا۔ انھیں فضیلت دی۔ اور ان کے درجات بلند کئے اور امت کا اتفاق و اجماع ہے۔ اس پر کہ وہ اہل علم صحابہ پیغمبرؐ جن سے علم حاصل کیا جاتا تھا۔ وہ چار تھے۔ علیؑ ابن طالبؑ، عبداللہ ابن عباس، ابن مسعود اور زید بن ثابت۔"

کچھ لوگوں نے کہا اور عمر بھی۔ انھیں لوگوں میں سے ہیں۔ ہم نے پوچھا نماز کے وقت کون امامت کا زیادہ سزاوار ہے۔

لوگوں نے کہا۔ پیغمبرؐ خدا کا ارشاد ہے۔ وہ شخص نماز پڑھائے جو سب سے زیادہ بہتر قرآت کرنے والا ہو۔ پھر بھی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبیؐ کو ...

جاتے ہیں۔

پھر ہم نے امت والوں سے پوچھا۔ ان چاروں میں سب سے زیادہ
ان کتاب خدا کا بہترین قاری اور دین خدا کو زیادہ سمجھنے والا تھا۔ اسکے
بعد ہم نے دوسرا سوال کیا کہ امامت کا کون زیادہ سزاوار تھا؟ لوگوں نے
متفقہ طور پر کہا۔ پیغمبرؐ خدا کا ارشاد ہے۔ الائمة من قريش۔ امام قریش
ہی سے ہوں گے۔

اس حدیث کی بناء پر عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت ساقط
ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں قریش سے نہ تھے۔ علیؑ اور عبداللہ
بن عباس بچے رہے۔

ہم نے پوچھا اب یہ بتائیے کہ علیؑ و ابن عباس میں امامت کا کون
زیادہ سزاوار تھا؟ لوگوں نے متفقہ طور پر کہا کہ پیغمبرؐ کا ارشاد ہے کہ جب
قریش کے دو آدمی فقیہ اور عالم ہوں تو ان میں وہ زیادہ سزاوار امامت
ہے جو سن میں بڑھا ہو۔ اور ہجرت میں سابق ہو۔ اس بنا پر عبداللہ بن
عباس ساقط ہو گئے۔ اور علی ابن ابی طالبؑ بچ رہے۔ لہذا وہی سب سے
زیادہ حقدار خلافت ہوں گے۔ کیونکہ امت کا اجماع اسی پر ثابت ہوتا ہے
اور کتاب و سنت بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

جاحظ کے اس رسالہ کو علامہ اردبیلی نے کشف الغمہ ص ۱۲۲ و ۱۲۳ پر

جاحظ کے متعلق کلام کو ہم اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتے جس
طرح ابن حزم اور ہشام پر ان کے اتہامات ذکر کرنے کی گنجائش
نہیں معلوم ہوتی۔ ابن حزم بغیر کسی سلسلہ و سند کے علماء پر اتہام رکھنے
میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ عام مقولہ ہے "ابن حزم کی
زبان اور حجاج کی تلوار دونوں توام تھیں"۔

غرض یہ کہ ہشام کی زندگی کا مطالعہ اور ان کے آراء و اقوال سے
واقف ہونے کے بعد ان اسباب کا آسانی سے پتہ چل جاتا ہے کہ ہشام
کو ایسی مذموم تہمتیں کیوں لگائی گئیں جو حقیقت کے مغائر اور ان کے
عقیدہ ایمان کے بالکل برعکس ہیں۔ ہم اشارۃً ان اسباب میں سے بعض کا ذکر
کر چکے ہیں۔ جن کے تحت ان کے مخالفین نے انھیں مطعون کیا۔ ایک
بات یہاں اور بھی قابل ذکر ہے۔ وہ یہ کہ ہشام ایک مضبوط شخصیت، وسیع فکر
اور صحیح رائے والے انسان تھے۔ اپنے ایمان میں بہت مستحکم عقیدہ میں
بہت ٹھوس، وہ کسی حکومت اور اقتدار سے مرعوب نہ ہوئے۔ اور کسی دن
بھی کسی مناظرے سے نہ ہارے۔ نہ زبان سے کوئی قابل اعتراض بات نکالی۔
نہ کسی کے دلائل سے مغلوب ہوئے۔ اس زمانہ میں امامت و خلافت کے
متعلق ہی مناظرہ کی گرم بازاری زیادہ رہا کرتی۔ اس زمانہ کی حکومت
کے جو نظریات امامت و خلافت کے متعلق تھے۔ ہشام اس کے مخالف
تھے۔ ہشام اپنے مسلک کے صحیح ہونے اور اپنے عقیدہ کے حق ہونے میں متوا...

متعلق مباحثہ کرتے وہ اہل بیت کی اتباع واجب و لازم ہونے کے۔
متعلق لوگوں سے بحث کرتے اور اکثریت کی مخالفت کی انھیں کوئی پرواہ
نہ ہوتی۔ اور نہ وہ اسی سے ڈرتے تھے کہ کہیں مجھے بھی ان شدائد و مصائب
کا سامنا کرنا پڑے جو حکومت کے نظریہ کے ہر مخالف کے لئے ناگزیر
ہیں۔ اسی وجہ سے ہشام کے متعلق ایسی سازشی حرکتیں اور قریبی چالیں چلی
گئیں جو اس زمانہ کے خصوصیات میں داخل تھیں کیونکہ جو شخص بھی
اس زمانہ کے سلاطین کے نظریات کا مخالف ہوتا اس کو زیر کرنے کے
لئے سب سے بڑا ہتھیار یہ تھا کہ اسے بدعت کی تہمت لگادی جاتی
اور ملحد و زندیق قرار دیدیا جاتا۔ ان تمام اتہامات والزامات سے
ہشام کو پاک و پاکیزہ ثابت کرنے کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام
کا یہ ارشاد کافی ہے۔ یا ھشام لا زلت مؤیداً بروح القدس
ہشام روح القدس کے ذریعہ ہمیشہ تمھاری تائید ہوتی رہی۔ نیز حضرت
کا یہ ارشاد: ھذا ناصرنا بقلبہ و لسانہ۔ ہشام اپنے زبان و دل
دونوں سے ہمارے مددگار ہیں۔ نیز حضرتؑ نے فرمایا۔ ھشام رائد
حقنا المؤکد لصدقنا الدافع لباطل اعدائنا من تبعہ
و تبع امرہ تبعنا ومن خالفہ فقد عادانا۔ ہشام ہمارے
حق کے طلبگار ہماری سچائی کے مؤید اور ہمارے دشمنوں کی ہرزہ کاریوں کو

علم الہدیٰ فرماتے ہیں۔

"لہذا کیسے کوئی بافہم و باشعور انسان ہمارے مذکورہ بالا شواہد کے بعد ہشام کے متعلق یہ دعویٰ کرسکتا ہے۔ کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ ان کا پروردگار ان کی بالشت سے سات بالشت کا ہے"۔

ہشام کے متعلق یہ اتہامات صرف ہشام ہی کی منقصت نہیں بلکہ معاذاللہ امام جعفر صادقؑ کی قدح ہے اور آپ کو بھی ان اعتقادات میں شریک قرار دیتا ہے جو اعتقادات ہشام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہشام کو امام جعفر صادقؑ سے جو خصوصیت خاصہ تھی اور انھوں نے جس قدر آپ سے کسب فیض کیا وہ سبھی جانتے ہیں۔ اگر ہشام ایسے ہی تھے تو امام نے ان کے اعتقادات پر ناپسندیدگی کیوں نہ ظاہر کی اور ان کو اپنے سے دور کیوں نہ کیا۔ جیسا کہ ہر وہ شخص جو ایسے ناپسندیدہ عقائد کا حامل اور قبیح اور مذہب رکھنے والا ہو نفرت و بیزاری کا سزاوار ہے (شافی ص ۱۲ ،،

بقیہ ائمہؑ سے بھی مدحیہ کلمات ہشام کے متعلق وارد ہوئے ہیں جیسے امام رضاؑ کا ارشاد۔ رحمۃ اللہ کان عبد انا صحاوا وذی من قبل اصحابہ حسد امنھم لہ : خدا رحمت نازل کرے ہشام پر وہ عبد ناصح تھے ان کے اصحاب نے ازراہ حسد انھیں کافی اذیتیں پہنچائیں۔

خلاصہ یہ کہ ہشام بن حکم بہت جلیل القدر اور عظیم المرتبت بزرگ۔

نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔

ایک بات خصوصی طور پر قابل غور یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے بعض روایات ایسی بھی مروی ہیں جن میں ہشام کے عقیدہ پر صراحۃً طعن کیا گیا ہے۔ علماء نے ان روایات کو اعتراض ورد میں ذکر کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام روایات من گھڑت ہیں انھیں صحت سے کوئی تعلق نہیں۔

منجملہ ان روایات کے وہ حدیث ہے جسے امام رضاؑ سے منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے ہشام کے متعلق فرمایا۔ انه ضال مضل شرک فی دم ابی الحسن الکاظم :۔ وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں وہ امام موسیٰ کاظم کے خون میں شریک تھے۔

جب یہ جملہ مشہور ہوا تو ایک جماعت شیعوں کی امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپ سے آپ کے اس جملہ کے متعلق دریافت کیا۔ غرض یہ تھی کہ اگر واقعی ہشام ایسے ہیں تو ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

حضرتؑ نے جواب دیا کہ ہشام کی موالاۃ واجب ہے۔ تم لوگ انھیں دوست رکھو جو میں کہوں اس پر عمل کرو۔ اور ہشام پر غلبہ پانے کی کوشش نہ کرو۔ فوراً جاؤ اور شیعوں سے کہدو کہ امام نے ہشام کی محبت رکھنے کا حکم دیا ہے

خود ان کے دوستوں نے حسد کر کے انھیں اذیت پہونچائی (جامع الرواۃ جلد ۲ ص ۲۱۳ ۔

منجملہ انہیں روایات کے یہ روایت بھی ہے جسے محمد بن زیاد نے روایت کیا ہے ۔ میں نے یونس بن ظبیان کو کہتے سنا کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور عرض کیا کہ ہشام بن حکم ایک بہت بڑی بات کہتے ہیں ۔ میں مختصر طور پر عرض کرتا ہوں ۔ کہ وہ اس کے قائل ہیں کے خدا کے جسم ہے ۔

امام نے فرمایا ۔ ہشام کو معلوم نہیں کہ جب جسم ہوگا تو محدود ہوگا ۔ اسی طرح صورت بھی متناہی ہوگی ۔ تو جب محدود ہوا تو وہ محتمل زیادتی و نقصان بھی ہوا ۔ اور جو محتمل زیادتی و نقصان ہے وہ مخلوق ہے ۔ راوی نے پوچھا پھر میں کیا کہوں ؟"

حضرت نے فرمایا خدا نہ جسم ہے نہ صورت ۔ بلکہ اجسام کا مجسم ، اور صورتوں کا مصور ہے جس میں نہ تجزیہ ہو سکتا ہے نہ وہ متناہی ہو سکتا ہے ۔ نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ۔ اگر ایسا ہو جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو پھر درمیان خالق و مخلوق منشئ و منشا فرق نہ رہے گا ۔ حالانکہ خدا ہی خالق اور مصور ہے نہ کوئی شے اس کے مشابہ ہے نہ وہ کسی دوسرے کے مشابہ ہے ۔

یہ تھا دعویٰ یونس بن ظبیان کا کہ میں نے ہشام کو یہ کہتے سنا اور یہ یونس وہ شخص ہے جو ہشام کا دشمن اور ان کے متعلق طرح طرح کی جعلی روایات

ابی الخطاب کے اصحاب میں سے ہے۔ ابن حضائری کہتے ہیں یونس بن ظبیان کوفہ کا رہنے والا غالی بڑا جھوٹا اور حد سے زیادہ حدیثیں گڑھنے والا تھا اس نے امام جعفر صادقؑ سے حدیثیں روایت کیں ان کی بیان کردہ حدیثیں ناقابل اعتنا ہیں۔

نجاشی اس یونس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ شخص بہت ضعیف تھا۔ اس کی کل روایتیں ناقابل اعتنا ہیں۔ اس کی تمام کتابیں خلط ملط ہیں۔ ائمہ طاہرین نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

بہرحال ہشام بن حکم ان مومنین میں سے تھے جنھیں راہ خدا میں نت نئی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ ان کی طرف ان باتوں کی نسبت دینا قطعاً ناروا ہے۔ ان پر جو تہمتیں لگائی جاتی ہیں ان تہمتوں سے ان کی شان کہیں بلند و ارفع ہے لہٰذا ان کی ذات کے متعلق جو خرافات دمزخرفات کتابوں میں جا بجا ملتے ہیں ان کی طرف قطعی توجہ نہ کی جائے گی۔

اصل واقعہ

یہ ہے کہ اہل سنت اور ہشام کے مخالفین نے یا تو شک و شبہہ میں مبتلا ہو کر یا محض ان کی عداوت و دشمنی کی وجہ سے ان کے ابتدائی عقائد اور بعد کے عقائد کو خلط ملط کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے ہشام کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا مذہب تجسیم بھی تھا اور تشبیہ بھی یعنی خداوند عالم

ائمہ ظاہری کی امامت کے قائل اور خلفائے ثلثہ و بنی امیہ و بنی عباس کی
خلافت کے منکر تھے۔ لہٰذا شیعہ تھے اور اسی آخری عقیدہ کے سبب
لوگوں نے ان کو ابتدا ہی سے فرقہ شیعہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ اصلیت
اس کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ وہ پہلے جہمی تھے۔ یعنی حقیقت خلفائے ثلثہ کے
ساتھ مذہب جہم کے پیرو تھے۔ بہ برکت و ہدایت امام جعفر صادقؑ شیعہ ہوئے
لہٰذا یہ ان حضرات کی فاش غلطی ہے کہ ان کے ابتدائی مذاہب اور آخری
مذاہب دونوں کو ایک کر دیں۔ کیونکہ اسلامی فرقے جس طرح خلافت
اور عبادت میں آپس میں مختلف ہیں اسی طرح الہیات میں بھی مختلف ہیں
مثلاً اشاعرہ اور معتزلہ دونوں مقابل کے فرقہ تھے اور آپس میں سخت
مخالفت بلکہ عداوت تھی۔ لیکن یہ مخالفت الہیات وغیرہ تک محدود تھی۔
خلافت اور امامت میں دونوں متفق۔ یعنی سنی تھے اسی طرح شیعہ اور معتزلہ
امامت و خلافت میں مختلف ہیں لیکن الہیات میں قریب قریب متفق ہیں۔ یا
ان دونوں فرقہ اہل حدیث و حنفی گو بمقابلہ شیعہ متفق یعنی سنی ہیں۔
لیکن عبادات وغیرہ میں آپس میں نہایت درجہ مختلف ہیں کہ ایک
فرقہ تقلید کا قائل ہے اور دوسرا اسے حرام جانتا ہے۔ لہٰذا محض اعتقاد
خلافت کے سبب سے کسی وہابی کو فرقہ حنفی میں شمار کر لینا کس طرح
معقول ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہشام بن حکم اس مفروضہ کی بنا پر کہ وہ ابتدا
تجسیم کے قائل تھے۔ شیعوں میں کیونکر شمار کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ مذہب

معتقدات کے مجموعہ کا نام ہے جس میں خداوند عالم کے منزہ عن الجسم والجسمانیات ہونے کا اعتقاد بھی ویسا ہی داخل ہے جیسا کہ حضرات ائمہ طاہرین کی امامت کا اعتقاد ـــ اور ظاہر ہے کہ انتفار جزء سے کل بھی منتفی ہو جاتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے جسمانی ہونے کا معتقد ہو اس کو شیعہ شمار کرنا سراسر زیادتی ہے۔"

یہ تقریر تو ہشام کو مجسمہ تسلیم کرنے کی بنا پر تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکا مجسمہ ہونا بھی قابل وثوق اور موجب اطمینان ذرائع سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ کتب علم کلام کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ نے صرف مخالفین اور معاصرین کو زچ اور قائل کرنے کے لئے مختلف مواقع پر کچھ اس انداز سے کلام کئے جن سے لوگوں کو آپ کے متعلق دھوکہ ہوا اور غلطی سے آپ کی طرف تجسیم کی نسبت کر دی۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ اور اہل سنت دونوں ہی کے اکثر علمائے متکلمین نے صراحت کی ہے کہ ہشام جسمیت خدا کے قائل نہ تھے۔ بلکہ انھوں نے معتزلہ کو عاجز کرنے کے لئے بر سبیل معارضہ اور بطور الزام کہا تھا۔ اذا قلتم ان الله تعالیٰ شیٔ لا کالا شیاء فقولوا انہ جسم لا کالاجسام یعنی جب تم لوگ کہتے ہو کہ خداوند عالم ایک چیز ہے لیکن دوسری چیزوں کے مثل نہیں تو پھر اس کا بھی اعتقاد کیوں نہیں رکھتے کہ خدا ایک جسم ہے لیکن دوسرے جسموں کے جیسا نہیں۔ یعنی جب تم لوگ خداوند عالم کی شیئیت

کرتے ہیں کیا حرج ہے۔ لہذا اس کا بھی اعتقاد کیوں نہیں رکھتے۔ اور اس
امر سے معمولی عقل والا شخص بھی واقف ہے۔ کہ جو شخص اپنے مخالف سے بطور
الزام و معارضہ کوئی بات کہے یا اس پر کوئی اعتراض وارد کرے۔ یا
اس سے کسی امر کو دریافت کرے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا۔ کہ وہ شخص
اس قول یا اس سوال کا خود معتقد بھی ہے۔ یا وہ اس کا دین و مسلک ہے۔

غرض کہ کسی کا وہی مذہب بنانا چاہیئے جو خود صاحب مذہب اپنی
زبان یا تحریر و تقریر سے ظاہر کرے۔ یا جسے اس کے اصحاب اور پیرو بیان
کریں۔ یا معتمد علیہ اور موثق حضرات ایسے طریقہ سے نقل کریں جس سے
اطمینان ہو سکے۔ کہ ان لوگوں کو اس کا مذہب سمجھنے میں کسی قسم کی غلط فہمی
نہیں ہوئی ہے۔ برخلاف اس کے اگر اس شخص کے مخالفین سے اس کے
مذہب کو دریافت کیا جائے تو دنیا میں کوئی مذہب بھی اپنی اصل صورت
میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بدیہی بات ہے کہ مخالف تو بگاڑ ہی کر بیان
کرے گا۔

اور چونکہ مشہور یہ ہے کہ ہشام پہلے جہمی تھے لہذا جو اقوال ان کے دربارۂ
تجسیم تھے۔ وہ قبل کے تھے۔ علماء اہل سنت کو ایک شخص جو ایسا مل گیا جو شیعہ
ہونے سے پہلے قائل تجسیم تھا۔ اس لئے بڑے دم خم سے لکھ مارا اور یہ نہ سمجھے
کہ یہ اعتقاد ان کا شیعیت اختیار کرنے کے پہلے کا ہے یا بعد کا۔

علاوہ بریں ہم مذکورہ بالا صفحات میں بہت صراحت سے ذکر کر چکے
ہیں کہ ہشام ہرگز ان عقائد باطلہ کے معتقد نہ تھے

امام جعفر صادقؑ ہشام کو خطاب کر کے کبھی نہ کہتے کہ ہشام روح القدس ہمیشہ تمہاری تائید کرتا رہے۔ اسی طرح جب ہشام ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں بہت سے علمائے کبار اور مشائخ عظام مذہب شیعہ کے جمع تھے۔ حضرتؑ نے ہشام کو ان کل حضرات پر رفعت دی۔ اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ حالانکہ ہشام اس وقت ان علماء و اصحاب حاضرین سے سن میں سب سے چھوٹے تھے۔ بعد ازاں حضرت نے ان حضرات سے مخاطب ہو کر اور ہشام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ ھذا ناصرنا بقلبه ویده ولسانه: یہ ہم لوگوں کے ناصر ہیں اپنے دل سے اپنے ہاتھ سے اور اپنی زبان سے اسی طرح۔ ایک موقع پر فرمایا۔ ہشام بن الحکم رائد حقنا وسائق قولنا المؤید لصدقنا الدافع لباطل اعدائنا فمن تبعه وتبع امره تبعنا ومن خالفه والحد فیه فقد عادانا والحد فینا۔ ہشام ابن حکم ہم لوگوں کے حق کے طلب کرنے والے۔ ہم لوگوں کی تعلیمات کے شائع کرنے والے ہمارے صدق کی تائید کرنے والے ہمارے دشمنوں کے باطل کے دفع کرنے والے ہیں۔ پس جو ان کا اور ان کے امر کا تابع ہوا اس نے ہماری اتباع کی۔ اور جس نے ان کی مخالفت کی اور ان کے بارے میں ملحد ہوا اس نے ہم سے دشمنی کی اور ہمارے بارے میں ملحد ہوا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی دلیلیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت

کرنے کا حکم دیتے رہتے۔ اور ان سے ملنے ان کے مناظرات ومباحثات سے
فائدہ اٹھانے کی ترغیب وتحریص کرتے پس جب آپ کی یہ جلالت قدر
ہو تو کسی بافہم شخص کو کیونکر یہ وھم ہو سکتا ہے۔ کہ ہشام جسمیت خدا کے قائل
تھے۔ اس لئے کہ اگر وہ واقعی ایسے تھے تو پھر کل اعتراضات دراصل حضرت
صادق آل محمد پر وارد ہوتے ہیں کہ کیوں یہ حضرت ایسے گمراہ شخص کی پیروی
کرنے کی تعلیم لوگوں کو دیتے اور ان سے علوم حکمہ و کلام حاصل کرنیکی تاکید فرماتے
بلکہ حضرت رسالتمآب کی ذات بھی اعتراضات کا نشانہ بنتی ہے۔ جنھوں نے
اپنی عترت کی اتباع واطاعت اور ان کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا۔
پس بظاہر اس غلط شہرت کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں علمائے
متکلمین انکے مناظرات و مباحثات سے مغلوب ہوکر ان کے سخت مخالف
ہو گئے تھے۔ اور ان کی تشیعت نے ان لوگوں کے بغض وعناد کو اور بڑھا دیا
تھا۔ لہذا صرف بدنام کرنے کے لئے ان دونوں عقیدوں (تجسیم وتشبیہ) کو
ان کی طرف منسوب کر دیا۔ جیسا کہ انھیں کی طرح بہت سی غلط باتیں جناب
زرارہ اور دوسرے اکابر علماء و محدثین کی طرف بھی منسوب کر دی گئیں

کیا ایک شخص کی وجہ سے ساری ملت اعتراضات کا نشانہ بن سکتی ہے

ہشام کے دشمنوں نے ہشام ہی پر افراد بہتان کی حد نہیں کی۔ بلکہ انھوں نے
حد سے تجاوز کر کے پورے شیعوں ہی کو نشانہ بنا ڈالا۔ اور جن باتوں کی نسبت
ہشام کی طرف دی تھی ان تمام اقوال کی نسبت شیعوں کی طرف [illegible]

نہ شیعہ پورا کا پورا ایسے ہی عقائد کا حامل ہے۔

اگر ہم بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیں کہ معاذ اللہ ہشام خدا کی تجسیم کے قائل

تھے تو اہل سنت کو یہ حق کہاں سے پہونچتا ہے کہ وہ تمام شیعوں کو اسی عقیدہ

کا معتقد قرار دیدیں کیا یہ غلط عقائد جس کی نسبت ہشام کی طرف دی جاتی ہے. کیا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیعوں کے عقائد ہیں اور کیا ایک شخص کے مجرم ہونے سے

پوری جماعت ملزم قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ تو کوئی عقل میں آنے والی بات

نہیں اس لئے کہ انسانی معاشرہ میں جتنے فرقے جتنی جماعتیں گزر رہیں ہر فرقہ

ہر جماعت میں ایک دو آدمی ایسے ضرور گزرے جن کے دامن کو داغدار قرار

دیا جاتا ہے۔ اور جنھیں طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ لہذا یہ کہاں

کا انصاف ہے کہ ابفرض محال کسی ایک شیعہ کے غلط عقائد رکھنے کی وجہ سے

پورے شیعوں کو مطعون کیا جائے وہ غلط عقائد پوری جماعت شیعہ کی

طرف منسوب کر دئے جائیں۔ لیکن اور کسی جماعت و فرقہ کو اس کے بعض افراد

کے غلط عقائد کی وجہ سے کوئی الزام نہ دیا جائے۔

افسوس کہ متقدمین ہی بھی بہت سے ایسے علمائے اہل سنت گزرے ہیں

اور متاخرین میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی جو اپنی کتابوں میں شیعوں کی

کی طرف برابر ان غلط عقائد کی نسبت دیتے رہے جن غلط عقائد کی نسبت

انھوں نے ہشام کی طرف دی تھی. ہم مثال کے طور پر خیاط معتزلی کی کتاب

الانتصار کی چند سطریں نقل کرتے ہیں۔

پر دازیوں کی تقلید کرتے ہوئے پہلے تو خیاط ہشام بن حکم پر
مذکورہ بالا اتہامات لگاتے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں"

رافضیوں کا کہنا ہے کہ ان کا پروردگار صورت والا ہے وہ حرکت
بھی کرتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے۔ چلتا پھرتا بھی ہے وہ پہلے
عالم نہ تھا بعد میں عالم ہوا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ تمام شیعوں کی توحید ہے۔ سوا گنتی کے چند شیعوں کے جو
جو معتزلہ کی صحبت میں رہے اور توحید کے معتقد ہوئے ان گنتی
کے شیعوں کو رافضیوں نے شیعہ ماننے سے انکار کیا۔ اور ان سے
بیزاری ظاہر کی۔ لیکن عمومی طور پر شیعہ جیسے ہشام بن سالم،
شیطان الطاق، علی بن میثم، ہشام بن حکم، سکاک تو ان سب
کا وہی عقیدہ تھا جو ہم نے ذکر کیا۔"

پھر لکھتے ہیں۔

"رافضیوں کا کہنا ہے کہ ان کے پروردگار کے جسم ہے۔ اس کے صورت
بھی ہے۔ اور ہیئت بھی وہ حرکت بھی کرتا ہے۔ اور ساکن بھی رہتا
ہے۔ اور چلتا پھرتا بھی ہے"۔

کون پوچھے خیاط معتزلی سے کہ ساری دنیا سے تلاش کر کے وہ ایک ہی
شیعہ ایسا پیش کر سکتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خدا کے لئے صورت ہے ...

حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں اور شیعوں کے ائمہ کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں

اسی قسم کی اور بہت سے بہتان اور تہمت تراشیاں ان کی کتاب الانتصار

میں بھری پڑی ہیں۔

یہی روش اور بہت سے مصنفین کی رہی جنہوں نے شیعوں کے متعلق کتابیں

تصنیف کی ہیں۔ اور بے سوچے جو چاہا ہے لکھ مارا ہے۔ اور شیعوں کے بہت سے

فرقوں کے نام گنائے ہیں اور ان فرقوں کی طرف ان لوگوں کی رائے منسوب

کردی ہے۔ مثلاً ایک شخص انفرادی طور پر کسی عقیدہ کا حامل تھا تو اس شخص

کے نام سے ایک پورا فرقہ منسوب کردیا۔

اگر یہی انداز نگارش درست اور یہی طرز گفتگو صحیح ہو تو شیعہ بھی یہی

انداز اختیار کر کے علمائے اہل سنت کے ذاتی اور انفرادی نظریات کو پورے

فرقہ اہل سنت کے عقائد و نظریات ثابت کر سکتے ہیں۔ اہل سنت میں ایسے

علماء کی خاصی تعداد رہی ہے جن میں سے ہر شخص عجیب عجیب نظریہ اور فاسد

عقائد کا حامل تھا۔ ہم چند نام مثال کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

(۱) شہاب الدین یحییٰ بن حبش یہ علمائے اہل سنت میں سے تھے۔ انکے

متعلق مشہور ہے کہ یہ زندیق تھے۔ اور عقیدۂ انحلال و تعطیل کے حامل تھے اور

بھی بہت سی ناپسندیدہ باتیں ان کے متعلق مشہور ہیں۔ یہ بہت بڑے عالم

متکلم اور زبردست مناظر تھے شذرات الذھب جلد ۴ صفحہ ۲۹۰ مراۃ الجنان

جلد ۳ صفحہ ۴۲۷

یہ پکے ملحد و زندیق تھے۔ ان کے بہت سے پیرو بھی تھے۔ جو ان کی طرف نسبت رکھتے اور ان کے عقائد کے معتقد تھے۔ (بدایہ و نہایہ ابن کثیر جلد ۱۴ صـ ۱۴۱)

(۳) رفیع جلیلی شافعی دمشق کے قاضی القضاۃ جن کا انتقال سنہ ۶۴۲ھ میں ہوا۔ ابن شہبہ ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ یہ فاسد العقیدہ اور دہریہ تھے امور شریعت کا مذاق اڑایا کرتے۔ ابن عماد کہتے تھے کہ ان کی سیرۃ فاسد سیرۃ تھی۔ دین بھی ان میں برائے نام تھا۔ اور عقیدہ بھی فاسد تھا مسکرات استعمال کرتے اور نشہ کے عالم میں نماز جمعہ پڑھاتے (شذرات الذہب جلد ۵ صـ ۲۱۴)

(۴) عبداللہ بن محمد بن عبدالرزاق بن الخوام الشافعی۔ انھوں نے رشید الدولہ وزیر کو ربوبیت کی نسبت دی تھی۔ اس زمانہ کا شاعر کہتا ہے۔

یاحزب ابلیس الا ابشروا　　ان فتی الخوام قد اسلما
وکان فیما قال فی کفرہ　　ان رشید الدین رب السماء
وقال لی شیخ خبیر بہ　　ما اسلم الشیخ بل استسلما

اے ابلیس کی جماعت والو، مبارک ہو۔ خوام کا بیٹا تم پر اسلام لایا منجملہ اس کی کفریات کے اس کا یہ کہنا بھی ہے کہ رشید الدین پروردگار آسمان ہے۔ ایک بزرگ نے جو ان خوام کی حالت سے بخوبی واقف تھے کہا کہ یہ واقعاً مسلمان نہیں ہوئے بلکہ دکھاوے کے طور پر اسلام ظاہر کیا۔ (درر کامنہ صـ ۲۹۲)

دیتے تھے۔ انھوں نے ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام رکھا تھا ختم الولایۃ
اس میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ جس طرح انبیا میں ایک خاتم حضرت محمد
مصطفیٰ گزرے اسی طرح اولیا کے بھی ایک خاتم ہیں۔۔۔۔

یہ ولایت کو نبوت سے افضل قرار دیتے تھے۔ اور ثبوت میں یہ حدیث
پیش کرتے تھے۔ الاولیاء یغبطھم النبیون والشھداء۔
اولیاء پر انبیاء اور شہداء غبطہ کریں گے۔ یہ محمد بن علی لکھتے ہیں کہ اگر
اولیا افضل نہ ہوتے تو انبیاء اور شہداء ان پر غبطہ کاہے کو کرتے۔
(طبقات الشافعیہ جلد ۲ صن۲۰)

(۶) الرکن عبدالسلام بن وھب بن عبدالقادر الجیلانی الحنبلی المتوفی
۶۱۱ھ یہ انحلال کے مبلغ تھے۔ ان پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ یہ ستاروں
سے باتیں کیا کرتے۔ زحل سے کہتے۔ اے روشن چمکدار اجالا پھیلانے
والے تو ہی افلاک کا انتظام کرتا ہے۔ تو ہی زندہ کرتا ہے۔ تو ہی مارتا
ہے۔ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ مریخ ستارے کے متعلق بھی ان کے
ایسے ہی کلمات منقول ہیں (شذرات الذھب جلد ۵ ص۴۵)

(۷) صدقہ بن الحسین البغدادی الحنبلی المتوفی ۲۶۷ھ یہ فرقہ
حنابلہ کے بہت بڑے فقیہ ان کے اصول فقہ کے بڑے عالم اور اپنے
زمانہ میں حنبلیوں کے بہت جلیل القدر بزرگ تھے۔ باوجودیکہ ان کے
عقائد خراب ان کے نظریات فاسد اور مذہب مہمل و رکیک تھا۔

الفل سماۃ۔ یہ شخص قدرت پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ ابن جوزی نے اس
کے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ جو اس کے معتقدات کی خرابی کی دلیل ہیں۔

لا توطنها فلیست بمقام واجتنبها فهی دار لانتقام
اترا ها صنعة من صانع ام تراها رمية من غير رام

اس دنیا میں اقامت نہ کرو کہ یہ اقامت کی جگہ نہیں اور اس سے
پرہیز کرو کہ یہ انتقام کا گھر ہے۔

کیا تم اسے کسی صانع کی صنعت سمجھتے ہو۔ یا بغیر تیر انداز کا شکار،
لوگوں نے اس کے مرنے پر اس کے متعلق ایک خواب بھی گھڑ لیا ہے۔
کہ کسی نے خواب میں اس کو دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ خدا نے
مجھے ان چند کھجوروں کے بدلے بخش دیا ہے۔ جو میں نے ایک بیوہ کو خیرات
کئے تھے۔ (لسان المیزان جلد ۳ صہ ۱۸۶)

(۸) اسماعیل بن علی ملقب بہ فخر الدین۔ فرقہ حنابلہ کے فقیہ تھے۔
سنہ ۶۱۶ھ میں انتقال کیا۔ علم کلام کے مشہور علماء میں سے تھے۔ منطق و
فلسفہ ابن مرقلیس نصرانی طبیب سے پڑھی۔ یہ عیسائیوں کے گرجے میں
ابن مرقلیس کے پاس آتے جاتے۔ ایک کتاب "نوامیس الانبیاء" نام کی
لکھی۔ جس میں بیان کیا ہے کہ انبیاء حکما تھے جیسے ہرمس، ارسطا طالیس
وغیرہ۔ یہ اپنے مذہبی عقائد میں کمزور اور مذہب سے کھیلنے والے تھے۔
اسی قسم کے اور بہت سے فاسد نظریات اور قبیح امور اس کے متعلق

(۹) ابراہیم ملقب بہ شمس الدین حنبلی المتوفی سنہ ۶۱۰ھ یہ بھی فرقہ حنابلہ کے بزرگ عالم تھے۔ ان کی طرف بھی بہت سی قبیح باتیں اور فاسد نظریات منسوب کئے گئے ہیں۔ (شذرات الذہب جلد ۵ صـ ۴۰)۔

(۱۰) ابراہیم بن یوسف ابو اسحاق الاوسی المالکی المتوفی سنہ ۶۱۱ھ یہ ابن المرأۃ کے نام سے مشہور ہیں۔ مالکی مذہب کے فقیہ تھے۔ علم کلام کی طرف رحجان زیادہ تھا۔ ابن حبان نے اندلس کے زندیقوں کے سلسلہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (لسان المیزان جلد ا صـ ۱۲۷)۔

(۱۱) ابو معن ثمیری۔ بزرگ ترین علمائے معتزلہ سے تھے۔ علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ ان کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو نماز جمعہ کے لئے دوڑ کر جاتے ہوئے دیکھا۔ اس ڈر سے کہ کہیں نماز نہ چلی جائے۔ تو کہا ان گایوں کو دیکھو ان گدھوں کو دیکھو۔ پھر اپنے کسی دوست کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھو اس مرد عربی (پیغمبر خدا) نے لوگوں کو کیسا دیوانہ بنا رکھا ہے (لسان المیزان جلد ۲ صـ ۸۳)

(۱۲) محمد اللوشی الغرناطی المتوفی سنہ ۷۷۶ھ ان کی طرف زندقہ الحاد انحلال خروج عن الدین منقصت پیغمبر و منبر اور بہت سی باتیں منسوب کی گئی ہیں (شذرات الذہب جلد ۶ صـ ۴۶)

ان کے علاوہ بھی بے شمار اکابر علمائے اہل سنت ہیں جن کے ذکر
[illegible] ابن خلکان) دیکھو مرآۃ الجنان جلد ۴ صـ ۲۴۳) اسماعیل

ابوحیان توحیدی شافعی وغیرہ ان سب کو الحاد زندقہ بد اعتقادی کا الزام لگایا گیا ہے۔ اور ان کی طرف فاسد نظریات وعقائد کی نسبت دی گئی ہے)

ہم اگر مزید شرح وبسط سے کام لیں اور مذاہب اربعہ کے اعیان و اکابر کا ذکر کریں جن کے احکام و فتاوے پر ان مذاہب کی بنیاد ہے تو ناظرین کی دہشت و سراسیگی کا ٹھکانا نہ رہے۔

محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ جو مذہب حنفی کے بہت بڑے رکن ہیں اور انھیں کے فتووں پر اس مذہب کا دار و مدار ہے کیونکہ انھوں نے فقہ حنفی کی تالیف اور اس مذہب کے نشر و اشاعۃ میں اتنا اہم حصہ لیا ہے کہ اگر انھیں مذہب حنفی کا دوسرا امام کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ مگر باوجود اس عظمت و جلالت کے یہ بھی اتہامات سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ علمار نے صراحت کی ہے کہ یہ فرقہ مرجئہ سے تھے۔ امام احمد نے ان کے متعلق فرمایا۔ انہ مرجئی۔ یہ فرقہ مرجئہ سے تھے۔ شریک قاضی نے ان کی گواہی رد کردی تھی۔ ان میں اور امام ابویوسف میں سخت نزاع وتکرار اور منافرت تھی۔ ابویوسف کہا کرتے۔ محمد بن حسن جہمی ہیں۔ اسی قسم کے اور بہت سے اقوال ان کے بارے میں مذکور ہیں (وفیات الاعیان جلد ۲۔ صفحہ ۲۲ لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۱۲۱)

منجملہ دیگر ارکان مذہب حنفی کے بشر بن غیاث مریسی المتوفی ۲۱۸ھ ہیں ان کی تعریف میں علمار کا بیان ہے کہ یہ گمراہ اور بدعتی تھے ابوزرعہ نے

راستہ پر نہ تھے۔ وہ عذاب قبر سوال منکرونکیر مراط و میزان وغیرہ کے منکر تھے۔ اسی طرح کے اور بہت سے ناپسندیدہ اقوال اور فاسد نظریات ان کے علماء نے بیان کئے ہیں (لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۰ الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ صفحہ ۵۴ الفرق بین الفرق صفحہ ۱۲۴)

یہی حال محمد بن شجاع ثلجی المتوفی ۲۶۷ھ کا ہے جو فرقہ حنفیہ کے فقہا میں سے تھے۔ اور اپنے وقت میں مرجعیت وریاست کے مالک تھے انھیں بھی بدعت کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ امام احمد سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو کہا۔ مبتدع صاحب ھوی۔ بدعتی اور ہوا وھوس کے بندے ہیں۔ ساجی کہتے ہیں۔ محمد ابن شجاع کذاب تھا اس نے محض ابوحنیفہ کی تائید کے لئے پیغمبرؐ کی حدیث غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ابن جوزی لکھتے ہیں۔ یہ محمد بن شجاع تشبیہ کے متعلق حدیثیں گڑھا کرتے اور اہل حدیث کی طرف اس کو منسوب کردیا کرتے (الفوائد البھیہ صفحہ ۱۷۲)

افسوس کہ تفصیل کا موقع نہیں ورنہ ہم دوسری بزرگ ترین شخصیتوں کا بھی ذکر کرتے جن کی طرف علمائے اہل سنت نے فاسد عقائد اور مذموم مذہب کی نسبت دی ہے۔ جیسے ابوالحسن اشعری۔ جو امام اہل سنت اور اعتقاد میں شیخ الطریقہ تھے۔ انھیں بھی بدعت و گمراہی کا الزام لگایا گیا ہے ان کا دعویٰ تھا کہ پیغمبرؐ خدا اپنی زندگی ہی تک پیغمبر رہے۔

کافروں پر عذاب نہ کرے گا۔ نہ اطاعتگذاروں کو ان کے ایمان واطاعت کی جزا دے گا یہ عوام کو کافر قرار دیتے تھے۔ اسی طرح اور بہت سی تہمتیں ان پر لگائی گئی ہیں۔ یہی حال ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزی وغیرہ کا بھی ہے پیچیدگی پیدا کرنا یا غلط قیاسات سے کام لینا ہمارا دستور نہیں۔ نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ اگر کسی فرقہ کا ایک شخص غلط عقائد کا حامل ہو تو ہم پورے ہی فرقہ کو ان عقائد کا حامل قرار دیدیں ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ ہم اسلامی شخصیتوں کا پورے غور وفکر سے جائزہ لیتے ہیں اور جب تک کوئی بات صریحی طور پر ثابت نہیں ہو جاتی دوسروں کے لگائے ہوئے الزامات و اتہامات کو قبول نہیں کر لیتے۔ چونکہ اسلامی شہروں میں جو انقلابات پیدا ہو چکے تھے ان سے ہم بے خبر نہیں۔ پھر اسی کے ساتھ جو سیاسی اسباب کار فرما رہے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ان کو منفرق فرقوں میں بانٹ کر اپنی برتری حاصل کرنے کے لئے لوگ جس طرح جی جان دیتے۔ اسے بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ ایک شخص پر پوری جماعت کو قیاس کر لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں شیعوں کے دشمنوں نے شیعوں کو متہم کرنے کے لئے بالکل ناجائز طریقے استعمال کئے۔ بے سوچے سمجھے جو چاہا ان پر الزام عائد کر دیا۔

غرضکہ وہ زمانے جن میں باہمی نزاع واختلافات شباب پر تھے۔ ان زمانوں میں بھائی چارہ اور برادرانہ تعلقات مسلمانوں کے خراب

بھی اس کا نام و نشان نہ تھا. گروہ بندی اور فرقہ واریت نے ایک کو دوسرے کا دشمن بنا رکھا تھا.

اور ایک ضروری بات جس کی طرف ہم یہاں ناظرین کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ چونکہ اتہامات والزامات کسی ٹھوس بنیاد اور واضح قاعدہ پر مبنی نہ تھے۔ اس لئے حد سے زیادہ گڑبڑی اور غلط ملط کیا گیا ہے۔ اتہامات لگانے والوں نے اتہامات لگا تو دیئے. مگر یہ تمیز ان کو نہ تھی کہ کون صحیح ہے اور کون غلط کون قابل اتہام ہے. کون اتہامات سے پاک وصاف ہے. ہم اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں.

(۱) جعفریہ امام جعفر صادقؑ کے پیروؤں کا مشہور ومعروف نام ہے. لیکن معتزلہ میں بھی دو فرقے ایسے ہوئے ہیں جو جعفری کے نام سے مشہور تھے.

ایک جعفر بن حرب ثقفی المتوفی سنہ ۲۲۴ھ کے پیرو.

دوسرے جعفر بن مبشر ہمدانی المتوفی سنہ ۲۲۶ھ کے پیرو،

یہ دونوں فرقہ معتزلہ کے تھے ان دونوں کے مخصوص نظریات اور منفرد عقائد تھے. ان دونوں شخصوں کے بہت سے لوگ پیرو ہوئے اور دونوں ہی کے پیرو جعفری کے نام سے مشہور ہوئے. بعد کے آنے والوں نے حق وباطل میں تمیز نہیں کی. انھوں نے ان دونوں فرقوں کو فرقہ جعفریہ شیعہ سے مخلوط کر دیا.

اور ان دونوں کے اقوال و نظریات کو بے سوچے سمجھے صادق آل محمدؑ کے

(۲) دشمنان تشیع مفضل بن عمر کے متعلق کہتے ہیں کہ انہ کان شطارا یلعب الحمام: نیز یہ گروہ اصحاب ابی الخطاب سے تھا۔ حالانکہ یہ مفضل بہت جلیل القدر بزرگ تھے۔ اور ان کی شان ان اتہامات سے بہت اجل و ارفع تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ ان مفضل بن عمر اور مفضل بن عمر صیرفی ہیں۔ جو فرقہ خطابیہ سے تعلق رکھتا تھا اور قواعد سلام کے مخالفین سے تھا۔ تمیز نہ ہوئی۔ لہذا دونوں کو گڈمڈ کر دیا۔ مفضل بن عمر صیرفی کے عقائد مفضل بن عمر کی طرف منسوب کر دیئے۔ چاہے غلط فہمی کی بنا پر یا مفضل کی دشمنی و عداوت کی بنا پر کیونکہ وہ شیعہ اور امام جعفر صادقؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

(۳) معتزلہ کا ایک فرقہ ہشامیہ بھی ہے۔ ہشام بن عمر فوطی کے پیرو۔ یہ ہشام بن حکم کا ہم عصر اور بہت سے ناپسندیدہ نظریات و عقائد کا حامل تھا ہشام بن حکم پر جو من گھڑت تہمتیں لگائی گیئں ہیں اگر آپ ان کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ زیادہ تر ہشام بن عمر کے نظریات و عقائد تھے۔ لیکن لوگوں نے خلط ملط کر دیا۔ اور ہشام بن حکم اور ہشام بن عمر فوطی میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اسی طرح اور بہت سی گڑبڑ کی گئی ہے اگر ان کا ذکر کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔
ہم پھر ہشام بن حکم اور ان کی جلالت و عظمت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں وہ وصیت نقل کر دیں جو امام موسی کاظمؑ نے ہشام کو فرمائی تھی۔ یہ وصیت بہترین وصیت اور تمام خوبیوں کی جامع ہے اسی کی روشنی میں ہمیں ہشام کی قدر و منزلت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ وصیت بہت طولانی ہے ہم اختصار کے

وصیت | اے ہشام جو شخص بغیر مال و دولت کے مالداری کا خواہاں ہو جسد
ے دل کی راحت چاہتا ہو اور دین میں سلامتی کا طلبگار ہو اسے چاہیئے کہ خداوند عالم
سے تضرع و زاری کے ساتھ اس بات کی دعا کرے کہ خداوند عالم اس کی عقل کو مکمل
کر دے۔ جو شخص عقل والا ہو گا۔ بقدر ضرورت پر قناعت کرے گا اور جو شخص بقدر
ضرورت پر قناعت کرے گا وہ مستغنی ہو گا اور جو شخص بقدر ضرورت پر قناعت نہ
کرے گا وہ کبھی بھی دولتمندی نہیں پا سکتا۔ اے ہشام جس کی زبان سچی ہو گی
اس کا عمل پاکیزہ ہو گا۔ جس کی نیت اچھی ہو گی اس کے رزق میں زیادتی ہو گی
اور جو شخص اپنے بھائیوں اور گھر والوں سے حسن سلوک کریگا اسکی عمر بڑھے گی۔
اے ہشام جاہلوں کو حکمت کی باتیں نہ بتاؤ اس طرح تم حکمت پر ظلم کرو گے
اور جو حکمت کے لائق ہوں انھیں حکمت سے محروم نہ رکھو کہ اس طرح تم ان لوگو
کے ساتھ زیادتی کرنے والے ہو گے۔ اے ہشام جس طرح لوگوں نے تمھارے لئے
حکمت چھوڑ دی ہے اسی طرح تم ان کے لئے دنیا چھوڑ دو۔ اے ہشام امیر المومنینؑ
فرمایا کرتے تھے۔ صدر مجلس میں وہی شخص بیٹھے جس میں ۳ باتیں ہوں۔ جب
اس سے پوچھا جائے تو جواب دے۔ جب دوسرے بولنے سے عاجز رہیں وہ
کلام کرے، اور ایسی رائے دے جس میں بھلائی ہو۔ جو شخص ان تینوں باتوں سے
خالی ہونے کے باوجود صدر مجلس میں بیٹھے وہ احمق ہے۔ اے ہشام عقلمند شخص
اس شخص سے حدیث نہیں بیان کرتا۔ جس کے متعلق اسے ڈر ہوتا ہے کہ وہ جھٹلادے
گا۔ نہ ایسے شخص سے پوچھے گا جس کے متعلق اسے ڈر ہو کہ وہ محروم رکھے گا۔

کرتا ہے جبکہ امیدیں اسے مشقت کا احتمال ہو اور نہ ایسی باتوں کی طرف پیش قدمی
کرتا ہے جن سے قاصر رہنے کا اسے خوف ہوتا ہے۔

اے ہشام خدا رحم کرے اس پر جو خدا سے ویسی حیا کرے جیسا حق ہے حیا کرنے کا۔ سر میں جو باتیں ہیں ان کی نگہداشت کرے۔ پیٹ اور پیٹ کے اندر کی چیزوں کی حفاظت کرے۔ موت اور مرنے کے بعد سڑ گل جانے کو یاد کرے۔ اور یقین کرے کہ جنّت مکروہات میں گھری ہوتی ہے۔ اور جہنم شہوات سے مملو ہے۔

اے ہشام جو شخص لوگوں کی آبروؤں سے اپنے نفس کو روکے گا بروز قیامت خدا اس کی لغزشوں کو معاف کر دے گا۔ اور جس نے لوگوں پر غصّہ کرنے سے اپنے کو روکا بروز قیامت خدا بھی اس پر غضبناک نہ ہوگا۔

اے ہشام جو نہیں جانتے اسے جاننے کی کوشش کرو اور جو جانتے ہو وہ ناواقفوں کو بتاؤ۔ عالم کی اس کے علم کی سبب تعظیم کرو۔ جاہل کو اسکی جہالت کی وجہ سے حقیر جانو مگر اسے اپنے سے دور نہ کرو۔ بلکہ قریب کرو اور اسے تعلیم دو۔"



تمام شد

چندہ ممبری کی تفصیل

(۱) سرپرستان ادارہ	کم از کم پانچ سو روپیہ یکمشت
(۲) مربیان ادارہ	کم از کم سو روپیہ یکمشت
(۳) ارکان دوامی (لائف ممبر)	کم از کم پچاس روپیہ یکمشت
(۴) ارکان خصوصی	کم از کم پانچ روپیہ سالانہ
(۵) ارکان عمومی	کم از کم ایک روپیہ سالانہ

سرپرستان و مربیان کی خدمت میں رکنیت سے قبل و مابعد کے تمام رسائل بلا طلب بلا قیمت ارسال ہوتے رہتے ہیں (موجودہ اسٹاک)

ممبران دوامی کی خدمت میں ممبری کے بعد شایع ہونے والے تمام رسائل بلا طلب بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں اور قبل کے رسائل اگر خریدنا چاہیں تو صرف نصف قیمت لی جاتی ہے۔

ممبران خصوصی کی خدمت میں بھی ممبری کے بعد شایع ہونیوالے تمام رسائل بلا طلب بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں مگر قبل کے رسائل کی پوری قیمت لیجاتی ہے۔

ممبران عمومی کو ممبری کے بعد شایع ہونیوالے تمام رسائل بشرط طلب صرف نصف قیمت پر دیئے جاتے ہیں اور سابقہ رسائل اگر خریدنا چاہیں تو پوری قیمت چارج لی جاتی ہے۔

فارم ممبری اور فہرست رسائل وغیرہ طلب فرمانے پر فوراً ارسال خدمت ہونگے

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی

آنریری سکریٹری ادارہ [illegible] لکھنؤ

جناب مولانا کا یہ گرانقدر مقالہ اس سے قبل موقر جریدہ سرفراز محرم نمبر ۱۳۸۷ھ میں شائع ہو چکا ہے اور اب ہم موصوف کی نظر ثانی کے بعد اس کو امسال کے حسینی لٹریچر میں شامل کر کے بصورت رسالہ شائع کر رہے ہیں۔

یقین ہے کہ افراد ملت اس رسالہ کی بھی زیادہ سے زیادہ تعداد برادران وطن میں بلا قیمت تقسیم فرما کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوں گے۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ ۳

محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

کھڑی بولی کا یہ مرثیہ جو ہم پیش کر رہے ہیں ایک قدیم شاعر خلیفہ محمد علی المتخلص بہ سکندر کا ہے جن کا انتقال حیدرآباد دکن میں ۱۸۰۰ء میں ہوا تھا۔ اس طرح یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ یہ مرثیہ کم و بیش دو سو سال پرانا ہے۔

مرثیہ بڑا دل دوز اور رقت خیز ہے اور اسے پڑھ کر اور سُن کر ممکن نہیں کہ دردمند انسان کا دل نہ بھر آئے اور آنکھوں سے اشک جاری نہ ہو جائیں۔

دیہات اور برادران ہنود میں یہ مرثیہ بڑا مقبول ثابت ہوگا۔ اس لیے ہم اسے بہت جلد دیوناگری رسم الخط میں بھی پیش کریں گے تاکہ اُردو اور ہندی جاننے والے دونوں طبقے اس سے استفادہ کر سکیں۔

عشرہ اور چہلم کے دن عموماً مخلوط مجمعے ہوتے ہیں اگر ایسے مجمعوں میں یہ مرثیہ پڑھا جائے تو تبلیغی مفاد بدرجہ اتم پورا ہو سکتا ہے۔

اس مرثیہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر دیہات کے ہندو مسلمان بھائیوں میں مفت تقسیم کیا جائے تاکہ یہ مرثیہ ہر ہندو مسلمان گھر میں پہنچ جائے۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ ۳

محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

تعارف

سیدہ شبیہ زہرا کا مونپوری سلمہا بنت اسلام علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ الحسن صاحب قبلہ کامونپوری مدظلہ کی صاحبزادی ہیں جو برابر مذہبیات پر لکھتی رہتی ہیں۔ یہ گرانقدر مقالہ ماہنامہ المنتظر لاہور میں اس سے قبل شائع ہو چکا ہے اور اب ہم امسال اپنے لٹریچر میں شامل کر کے بصورت رسالہ شائع کر رہے ہیں۔

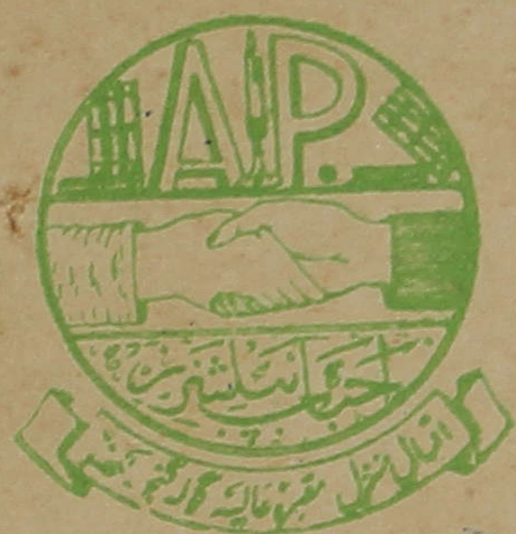
یقین ہے کہ افراد ملت اس رسالہ کی بھی کثیر سے کثیر تعداد طلب فرما کر برادران وطن میں تقسیم فرمائیں گے اور عنداللہ وعندالرسولؐ ماجور ہوں گے۔

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ


A.P.
احباب پبلشرز